عمرو کا انتقام

عُمرو کا انتقام

داستان طلِسم ہوش رُبا

حصّہ ہفتم

اختر رضوی

ہزار درّہ

طلسمِ ہوش رُبا کا چھٹا حصّہ اس مُقام پر ختم ہوا تھا:

صرصر اور اُس کی شاگرد عیّارنیں مہ رُخ، بہار، ناگن بجلی اور رعد جادُو کو بے ہوش کر کے اپنی چھاؤنی میں لے جاتی ہیں۔ اس سے پہلے کہ ملکہ خُمار جادُو عُمرو کو پکڑ کر باغِ سیب کی طرف روانہ ہو چکی ہوتی ہے، برق فرنگی عیّاری کر کے مہ رُخ وغیرہ کو ہوش میں لاتا ہے، ہوش میں آتے ہی وہ سب ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں قیامت برپا کر دیتے ہیں۔ رعد جادُو کی چنگھاڑوں سے ملکہ حیرت اور اُس کی مہمان قاتل بجلی بے ہوش ہو جاتی ہے۔ ملکہ حیرت کی فوج دہشت زدہ ہو کر بھاگ جاتی ہے۔ راستہ صاف دیکھ کر مہ رُخ اپنے ہمراہیوں سمیت اپنی لشکر گاہ کا راستہ لیتی

ہے۔ اس کے بعد کے حالات اِس طرح ہیں:

عُمرو کو لیے ہوئے خمار جادُو نے دریائے خُونِ رواں کو پار کیا اور تیز رفتاری کے ساتھ باغِ سیب کی سمت سفر جاری رکھا۔ چلتے چلتے وہ گلزارِ زعفرانی کے علاقے میں داخل ہو گئی۔ اس علاقے کی مالک اس کی سہیلی اور افراسیاب کی بھانجی ملکہ زعفران تھی۔ راستہ اس کے محل کے سامنے سے گزرتا تھا۔ خُمار جادُو کو اندیشہ ہوا کہ اگر زعفران نے اُسے دیکھ لیا تو کچھ نہ کچھ دیر کے لیے ضُرور روکے گی اور وہ جلد سے جلد شہنشاہ کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ وہ محل کے سامنے سے گزرنے کی بجائے چکّر کھا کر باغ کی طرف اُڑ گئی۔ اِتّفاق سے ملکہ زعفران محل کی بجائے اس وقت باغ میں ہی محفل جمائے ہوئے تھی۔ ایک کنیز کی نِگاہ خُمار جادُو پر پڑی۔ اس نے زعفران سے کہا۔ "ملکہ! وہ دیکھیے۔ آپ کی چہیتی سہیلی ملکہ خُمار پیٹھ پر پوٹلی باندھے چلی جا رہی ہے۔"

زعفران نے لپک کر اُسے جا لیا۔ خُمار نے جان چھڑانے کی پوری کوشش کی مگر زعفران نے اُسے مجبور کر دیا کہ کُچھ دیر رُک کر ستا لے۔ آخر وہ اس کی محفل

میں آبیٹھی مگر عُمرو کو پیٹھ سے نہ کھولا۔

زعفران عُمرو کا نام کافی عرصے سے سُنتی آرہی تھی۔ جب اُسے پتا چلا کہ وہ خُمار کی پیٹھ سے بندھا ہوا ہے۔

تو وہ اسے دیکھنے کے لیے بے چین ہو گئی۔ اصرار کر کر کے اُس نے خمار کو مجبور کر دیا کہ وہ عُمرو کو کھول دے اور کچھ دیر کے لیے ہوش میں لے آئے۔ خمار نے اس کی فرمائش پوری کر دی۔ عُمرو کے ہاتھوں اور نچلے دھڑ کو بے حس ہی رہنے دیا۔

زعفران اور اس کی سہیلیاں ناچ گانے کا بے حد شوق رکھتی تھیں۔ اُنہیں معلوم تھا کہ ان باتوں میں عُمرو کا کوئی جواب نہیں۔ اسے راضی کرنے کے لیے پہلے وہ کُچھ دیر ہنسی مذاق کرتی رہیں اور جب وہ کُچھ بے تکلّف ہو گیا تو وہ اس سے فرمائشیں کرنے لگیں۔ "مہربانی کر کے گانا سُنا دو۔ ایک بار ناچ دکھا دو۔"

تھوڑے سے نخرے کرنے کے بعد عُمرو بولا۔ "اچھی بات ہے۔ تم میری بیٹی پوتیوں کے برابر ہو۔ دل نہ توڑوں گا مگر میرے ہاتھ پاؤں تو بے حس ہیں۔ کیسے

ناچوں گا؟“

اس پر زعفران خمار جادُو کی منّت کرنے لگی۔ ”بہن! بس ایک گھڑی کے لیے اس کو ٹھیک کر دو۔ اِطمینان رکھو۔ ہم اس پر نظر رکھیں گے۔ ہر گز بھاگنے نہ دیں گے۔ ویسے بھی یہ طلِسم باطن کی حدود میں ہے۔ نِکل کر کہاں جا سکتا ہے۔“

ایک تو زعفران اُس کی چہیتی سہیلی تھی دُوسرے شہنشاہ کی بھانجی تھی۔ خُمار اِنکار نہ کر سکی۔ منتر پڑھ کر اُس نے عُمرو کی بے حسی دُور کر دی۔ ساتھ ہی جادُو گروں کی زبان میں سب کو سختی سے تاکید کر دی۔ ”خبر دار! اس کے ہاتھ سے ہر گز کوئی چیز نہ کھانا پینا۔“

عُمرو دل میں منصوبہ بنا رہا تھا کہ اِن سب کو شربت میں بے ہوشی مِلا کر پلا دُوں گا اور نو دو گیارہ ہو جاؤں گا لیکن جب خُمار جادُو نے زعفران وغیرہ کو منع کیا تو اس نے ارادہ بدل دیا۔ یہ بات خُمار جادُو کو معلوم نہ تھی کہ عُمرو جادُو گروں کی زبان خوب سمجھتا ہے۔

عُمرو نے پہلے تو ایک غزل سُنا کر سب کو مست بنایا۔ اس کے بعد ناچنے کے لیے

کھڑا ہو گیا۔ اس سے پہلے اس نے نظر بچا کر دو کام کیے۔ ایک تو اپنے ناک کے نتھنوں کے اندر روئی ٹھونس لی، دُوسرے اپنے کپڑوں کو عطرِ بے ہوشی سے اچھی طرح تر کر لیا۔

سازندوں نے ساز مِلا کر جوں ہی ناچ کی دُھن چھیڑی، عُمرو نے ناچ کے توڑے دِکھانا شروع کر دیے۔ اس کے کپڑوں سے بے ہوشی کے عطر کے بھبکے نِکل نِکل کر ہوا میں شامل ہونے لگے۔ زعفران اور اس کی سہیلیاں ایک دائرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ بیچ کی خالی جگہ میں عُمرو ناچ رہا تھا۔ سب پر بے ہوشی کا یکساں اثر پیدا کرنے کے لیے عُمرو نے تیزی سے ناچتے ہوئے دائرے میں چکر لگانا شروع کر دیے۔ ناچ کا کمال دیکھنے میں وہ اس قدر محو ہو چکی تھیں کہ آہستہ آہستہ اثر کرتی ہوئی بے ہوشی کا اُنہیں کوئی احساس نہ ہوا۔ آخر کار تھوڑی ہی دیر میں وہ سب بے ہوش ہو گئیں۔

عُمرو نے فوراً بھاگ جانے کی بجائے اِطمینان سے بے ہوش شہزادیوں اور ان کی سہیلیوں کے زیور اُتارے۔ اس کے بعد وہ محفل میں موجود ہر قیمتی سامان، یعنی

عطر دان، خاصدان، گُل دان اور قالین وغیرہ اپنی زنبیل میں ڈالنے لگا۔

یہی وہ موقع تھا جب خُمار جادُو کی بہن ملکہ مخمُور جادُو وہاں آ پہنچی۔

عُمرو کی رہائی، میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ خُمار جادُو کو عُمرو کی فکر میں روانہ کرنے کے بعد حفاظت کے خیال سے افراسیاب نے مخمُور کو بھی اُس کے پیچھے لگا دیا تھا۔ اس وقت سے لے کر اب یہ وہ دُور دُور رہتے ہوئے برابر خُمار کی نگرانی کرتی آئی تھی۔ جب خُمار باغ میں داخل ہو کر زعفران کی محفل میں جا بیٹھی تھی تو وہ بھی تھوڑے ہی فاصلے پر ایک سرو کے درخت کی اوٹ میں چھُپ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

شروع سے آخر تک محفل میں جو کُچھ بھی ہُوا مخمُور جادُو خاموشی سے سب دیکھتی رہی۔ آخر جب اس نے دیکھا کہ سب کُچھ لوٹ کر عُمرو اب وہاں سے بھاگنے ہی والا ہے تو وہ ایک دم اوٹ سے باہر نِکل آئی اور عُمرو کو للکارنے لگی۔ ”خبر دار! او مکّار! ہر گز قدم آگے نہ بڑھانا۔ تُو بچ کر نہیں جا سکتا۔“

عُمرو کو بنا بنایا کام بگڑتا دیکھ کر سخت غصّہ آیا۔ بپھر کر بولا۔ ”تو کون ہوتی ہے مجھے روکنے والی۔ خبر دار! میرے کام میں اڑنگا نہ لگانا۔ میں عُمرو ہوں۔ خُدا کی قسم! اگر

اس وقت تُو نے مُجھے پکڑنے کی کوشش کی تو جب بھی آزاد ہوا، ناک کاٹے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ یہ سمجھ لے، اس طِلسم کی تباہی میرے ہی ہاتھوں ہونی ہے۔ نہ مجھے ہمیشہ کے لیے کوئی قیدی بنا سکتا ہے، نہ قتل کر سکتا ہے۔"

مخمُور بھی جوش میں آ گئی۔ بولی "جا جا۔ بڑا آیا۔ جانتا ہے، میرا نام مخمُور ہے۔ ملکہ مخمُور۔ تیرے جیسے کِتنوں ہی کو ناپید کر چکی ہوں۔ ہر گز بھاگنے نہ دُوں گی۔"

یہ کہہ کر مخمُور منتر پڑھنے لگی۔ عُمرو گھبرایا کہ پکڑے گئے۔ جست لگا کر بھاگنا چاہتا تھا کہ اس حالت میں عیّاری کی چادر نکال کر اُوڑھ لے لیکن ابھی اس کا ہاتھ زنبیل کی طرف بڑھا ہی تھا کہ مخمُور نے منتر ختم کر کے تالی بجائی۔ عُمرو کے بدن کی طاقت آناً فاناً غائب ہو گئی۔ بے حس ہو کر دھڑام سے زمین پر گِرا۔ پلکوں کے علاوہ جسم کا کوئی حصّہ بھی ہلانے کے قابل نہ رہا۔ بولنے کا دم خم بے شک باقی تھا۔ ڈھیر ہو جانے کے باوجود للکار للکار کر کہہ رہا تھا۔ "مخمُور! یاد رکھنا۔ ہر گز ہر گز تُجھے معاف نہ کروں گا۔ تو اپنی جیسی کر بیٹھی ہے مگر میرا انتقام بھی تُجھ پر اُدھار ہو گیا ہے۔ قسم خُدا کی، عُمرو کا اِنتقام بڑا دردناک ہوتا ہے۔ دیکھ لینا جلد چھوٹوں گا۔

لاکھ جتن کرے گی تب بھی نہ بخشوں گا۔"

مخمُور نے اُس کی باتوں کو ہنس کر ٹال دیا۔ کچھ منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ ہلکا ہلکا دھواں کمرے کی چھت پر چھا گیا۔ مخمُور تیزی کے ساتھ باغ کی طرف نکل گئی۔ چند لمحوں بعد وہ دھواں ننھی ننھی بوندوں میں تبدیل ہو کر غائب ہو گیا۔ خُمار جادُو، زعفران اور اُن کی سہیلیاں ان بوندوں کے پڑنے سے ہوشیار ہو کر بیٹھ گئیں۔ عُمرو اب بھی سب کو ناچتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ چند لمحوں بعد سب آنکھیں مل مل کر ایک دوسرے کو دیکھ لگیں۔ اب عُمرو اُنہیں ناچتا دکھائی دینے کی بجائے فرش پر بے سدھ پڑا دکھائی دیا۔ محفل کا سارا سامان غائب تھا اور کِسی کے کان میں کِیل تک موجود نہ تھی۔

خمار سمجھ گئی کہ یہ سب عُمرو کی حرکت ہے۔ کِسی ترکیب سے انہیں بے ہوش کر کے زیور اور سامان لُوٹا اور بھاگتے ہوئے کِسی چیز سے ٹکرا کر گِر پڑا۔ اسے پتا نہ تھا کہ وہ بے حس ہے۔ وہ ڈری کہ اُٹھ کر بھاگ نہ جائے۔ جلدی جلدی منتر پڑھ کر اسے بے ہوش کیا اور پھر چادر میں لپیٹ کر پیٹھ سے باندھ لیا۔ اس کے بعد

زعفران سے بولی۔ ”بس بہن۔ کان پکڑے۔ اب شہنشاہ کے علاوہ اس عیّار کو اپنی ماں کے کہنے سے بھی نہ کھولوں گی۔ اجازت دو۔ چلتی ہوں۔ بڑی خیر ہوئی۔ اگر یہ بھاگ جاتا تو شہنشاہ کے سامنے مُنہ دِکھانے کے بھی قابل نہ رہتی۔“

زعفران بھی سنّاٹے میں تھی۔ روکنے کی جرأت نہ کر سکی۔ خُمار اس سے رُخصت ہو کر باغِ سیب کی سمت تیزی سے روانہ ہو گئی۔ پہلے کی طرح مخمُور بھی اِحتیاط کے ساتھ اُس کے پیچھے تھی لیکن اس بار اُس کے دل و دماغ کی حالت بالکل مُختلف تھی۔ عُمرو کی وہ دھمکیاں جنہیں پہلے اُس نے کوئی اہمیّت نہ دی تھی اب رہ رہ کر اُس کے دل کو پریشان کر رہی تھیں۔ طرح طرح سے وہ اِن باتوں کو بھُلانے کی کوشش کرتی۔ اپنے سرپرست افراسیاب اور طلِسم ظُلمات میں رہنے والے اُس کے بزرگوں کی بے پناہ طاقت کے احساس سے خود کو مضبوط بنانے کے جتن کرتی مگر جب وہ یاد کرتی کہ عُمرو کئی بار گرفتار ہو کر آزاد ہو چکا ہے، افراسیاب ملکہ مہ جبیں اور شہزادہ اسد کو قید کر دینے کے باوجود باغیوں پر قابو پانے میں اب تک ناکام رہا ہے تو اُسے یہ بات معلوم ہونے لگتی کہ طلِسم کے

خاتمے کے دن قریب آ گئے ہیں۔ اِکبارگی عُمرو کی دھمکیاں اُس کے کانوں میں گونج اُٹھتیں اور عُمرو کا انتقام ایک ہیبت ناک موت کی شکل میں اُس کے سامنے آ جاتا۔ وہ خوف سے تھر تھرانے لگتی۔

آخر کار یہ خوف رنگ لایا۔ اندر کی زبردست کشمکش کے بعد اچانک اُسے خیال آیا کہ میرے سوا کوئی نہیں جانتا کہ زعفران جادُو کے باغ سے یہاں تک میں خُمار کے پیچھے پیچھے ہوں۔ یہاں سے دُور دُور تک ہر طرف سنّاٹا ہے۔ راستے کے دونوں طرف گھاس اور جھاڑیاں اتنی ہیں کہ کوئی دیکھ نہیں سکتا کہ یہاں کون کیا کر رہا ہے۔ بس اسی مرحلے پر اُس کے دماغ نے ایک اہم فیصلہ کر ڈالا۔ اس فیصلے کے مُطابق اس نے ایک خاص منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے خُمار جادُو جو اُس سے دس گز آگے تھی، بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

مخمُور ایک جھپٹے میں اس کے پاس جا پہنچی۔ جلدی جلدی عُمرو کو اس کی پیٹھ سے کھولا اور اس کی بے ہوشی دُور کر کے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔ ”اے عیّاروں کے شہنشاہ! مجھے معاف کر دیجیے۔ میں نے آپ کو پکڑوایا تھا اب میں ہی آپ کو

چھڑا رہی ہوں۔ جلدی سے جدھر جی چاہے بھاگ جایئے۔ ایسا نہ ہو اچانک کوئی اور آ ٹپکے اور آپ مجھے قصوروار ٹھہرائیں۔"

عُمرو ہکّا بکّا ہو کر اُسے گھورنے لگا۔ مخمُور اپنی بات ختم کر کے "بھاگو بھاگو" چلّاتی ہوئی ایک طرف کو دوڑ پڑی۔ کوئی نیا خطرہ سمجھ کر عُمرو دوسری طرف نِکل گیا۔ مخمُور نے ایک جگہ چھُپ کر منتر پڑھا۔ خُمار ہوش میں آ گئی۔ اُس نے خُود کو زمین پر پڑا ہوا محسوس کیا اور عُمرو کو پیٹھ پر سے غائب پایا تو حیران رہ گئی۔ اُس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ اچانک کیا اور کیسے ہو گیا! بڑی سوچ بچار کے بعد وہ صرف یہ رائے قائم کر پائی کہ چلتے چلتے میں آپ ہی آپ بے ہوش ہو گئی۔ اس عرصے میں عُمرو ہوش میں آ گیا اور خود کو چھڑا کر چمپت ہو گیا۔

اب عُمرو کو کھو کر خالی ہاتھ شہنشاہ کے پاس جانے میں خُمار کو بڑی ذِلّت نظر آئی۔ باغِ سیب جانے کا خیال ترک کر کے اُس نے دریائے خونِ رواں کا راستہ لیا۔ اُڑ کر دریا کو پار کرنے کے بعد ملکہ حیرت کے پاس جا پہنچی اور رو رو کر سارا حال اُس سے بیان کیا۔

اُدھر جب خُمار عُمرو کو لے کر خاصی دیر تک نہ پہنچی تو افراسیاب کو فکر ہوئی۔ ساتھ ہی اُسے ملکہ حیرت سے ملاقات کر کے حالات معلوم کرنے کا بھی خیال آیا۔ خمار کو پہنچے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ افراسیاب بھی ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں آیا۔ یہاں خُمار کو دیکھ کر اُس کی تیوری پر بل پڑ گئے لیکن خُمار نے ہاتھ جوڑ کر اصل حقیقت لفظ بہ لفظ بیان کر دی۔ ملکہ حیرت نے بھی اُس کی سفارش کی۔ آخر افراسیاب نے اُسے معاف کر دیا اور ملکہ حیرت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "اگر عُمرو طلِسم باطن کی حدود میں ہے تو سمجھو میری قید میں ہے۔ جب چاہوں گا پکڑوں بلاؤں گا۔ جب تک میں نہ چاہوں گا یا اندر کا کوئی دوسرا شخص اُس کی مدد نہ کرے وہ دریائے خُونِ رواں پار نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ اب خُداوندِ لقا کے وزیر بختیارک شیطان کو بُلوایا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہی اپنے ہاتھوں سے عُمرو کو سزا دیں۔"

بات ختم کر کے افراسیاب نے کُچھ بُدبُداتے ہوئے تالی بجائی۔ صحرا کی جانب سے شیروں کے دھاڑنے کی آوازیں آنے لگیں۔ چند ہی لمحوں بعد ایک شیر اور ایک

شیرنی جست لگاتے ہوئے آئے اور افراسیاب کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ افراسیاب نئے پھر منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ ایک بہت بڑا سُفید عُقاب اُڑتا ہوا آیا اور افراسیاب کے قریب پر پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔

"اس عقاب کی پیٹھ پر جواہر نگار چوکی کس دو۔"

افراسیاب نے چند افسروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور کاغذ قلم طلب کر کے اپنے ہاتھ سے خط لکھنے لگا۔ یہ خط خُداوند لقا کے نام تھا۔ اس نے لکھا: "عُمرو نرغے میں آ چکا ہے۔ مہربانی فرما کر اپنے وزیر بختیارک کو روانہ کیجیے کہ وہ اپنے ہاتھوں اس کو قتل کریں۔ پہلے سے اس لیے بُلایا جا رہا ہے کہ ان کے پہنچتے ہی عُمرو کو گرفتار کرا کے اُن کے سامنے پیش کروں۔ چٹ پٹ فیصلہ ہو جائے زیادہ عرصہ گرفتار رکھنے میں اُس کے نِکل بھاگنے کا خطرہ ہے۔ سواری بھیج رہا ہوں۔ خط ملتے ہی بختیارک کو روانہ فرمایئے۔

خط کو لفافے میں رکھ کر افراسیاب نے شیر کے حوالے کیا اور کہا کہ یہ نامہ کوہ عقیق جا کر خداوند لقا کو پہنچاؤ۔ واپسی میں وہاں سے سرحد طِلسم تک بختیارک کو

اپنی پیٹھ پر سوار کر کے لانا۔ اس کے بعد عُقاب پر سوار کرا دینا۔ عقاب اُنہیں حفاظت کے ساتھ باغِ سیب تک پہنچا دے گا۔ طلِسم ظاہر کی حدود میں دُشمن عیّار موجود ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ سرحد ہی سے وہ عقاب پر سفر کریں۔ خیال رکھنا بس روانہ ہو جاؤ۔"

شیر اور عقاب حکم کے مطابق کوہِ عقیق کی سمت روانہ ہو گئے۔ افراسیاب کچھ دیر وہیں ٹھہر کر سردارانِ لشکر کا دل بڑھاتا رہا۔ اس کے بعد ملکہ حیرت کو مناسب ہدایات دے کر خود بھی باغِ سیب کی جانب چل دیا۔

وہ رات باغِ سیب میں اُس نے عیش سے گزاری۔ دُوسرے دن صُبح کو دربار لگایا۔ ملک کے نامور جادُوگر سردار، شہزادیاں اور بادشاہ حاضر ہوئے۔

سلامی اور نذرانے کی رسم ادا ہونے کے بعد جب سب مرتبے کے مُطابق اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو افراسیاب نے انہیں مُخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "وفادارو اور جان نثارو! تمھیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میں نے خُداوند لقا کے وزیر بختیارک کو طلب کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ آکر اپنے ہاتھوں عُمرو کو قتل کریں۔ عُمرو

اس وقت ہماری قید میں تو نہیں ہے مگر طلِسم باطن کی حد میں موجود ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ یہاں سے باہر نہیں جا سکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اُسے تلاش کر کے گرفتار کر لیا جائے۔ پس، اسی وقت کچھ لوگ ہر طرف پھیل جائیں اور بختیارک کے آنے سے پہلے اسے ڈھونڈ نکالیں۔"

یہ حکم سُن کر بہت سے جادُوگر اپنی اپنی نشستوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور شہنشاہ سے اجازت لے کر عُمرو کو ڈھونڈنے چل دیے۔

اب عُمرو کا حال سُنیے۔ رہائی پانے کے بعد پناہ کی تلاش میں وہ ایک جانب بھاگتا چلا گیا اور خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک بے حد خوب صورت اور آراستہ باغ میں جا پہنچا۔ باغ کے ایک جانب ایک بڑا شاندار محل بنا ہوا تھا جس کی چار دیواری فصیلوں کی طرح بہت بُلند تھی۔ قریب پہنچنے پر اُس کے دروازے پر ایک ہیبت ناک جادُوگر کھڑا نظر آیا۔ عُمرو اس سے چھُپ کر دوسری طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ کچھ دُور دوڑتے رہنے کے بعد وہ پھر پہلے جیسے ایک باغ میں داخل ہوا۔ اس کے ایک جانب بھی پھر پہلا جیسا محل نظر آیا۔ قریب ہونے اُس نے پھر پہلے جیسے

جادُوگر کو دروازے پر کھڑا پایا۔ وہ اس سے چھُپ کر پھر آگے بڑھ گیا۔

دوڑتے دوڑتے عُمرو کا سانس پھول گیا تھا۔ کبھی وہ دائیں طرف کا راستہ لیتا، کبھی بائیں طرف کا، کبھی آگے کو بھاگتا کبھی پیچھے کو۔ لیکن ہر دفعہ وہ خود کو پہلے جیسے باغ میں پاتا۔ پہلا ہی جیسا محل سامنے ہوتا اور بالکل پہلا جیسا جادُوگر اس کے دروازے پر ہوتا۔

وہ سمجھ گیا کہ یہی مقام طِلسم ہے۔ اس کے آگے جانا مُشکل ہے۔ ناچار ایک درخت کی اوٹ میں بیٹھ کر سستانے لگا۔ تھکن دُور کرنے کے لیے اس نے ہاتھ پاؤں جو لمبے کیے اور پہرے دار جادُوگر کی اس پر نظر پڑ گئی۔ اس نے للکارتے ہوئے پوچھا۔ ”اے! تو کون ہے؟ کیا نہیں جانتا کہ یہ جگہ شہنشاہ کی سیر گاہ ہے؟“

عُمرو چونک پڑا۔ اوٹ سے باہر نِکل کر بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ ”واہ بھائی! جانتا کیوں نہیں۔ ایک کام سے جا رہا تھا۔ دم لینے کو ٹھہر گیا۔“

پہرے دار عُمرو کو گھُورتا ہوا آہستہ آہستہ اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”یہ جگہ ہزار درّہ کہلاتی ہے۔ جب تک میں اجازت نہ دُوں یہاں آنے والے کو

جانے کا راستہ نہیں ملتا۔ نشانی کے بغیر یہاں کسی کو آنے کی اجازت نہیں۔ کیا تیرے پاس نشانی ہے؟"

عُمرو نے ایک ہاتھ میں ایک لپٹا ہوا سادہ کاغذ نِکالا۔ دوسرے ہاتھ کی مُٹھّی میں بے ہوشی کا غُبارہ چھپایا۔ پھر کاغذ والا ہاتھ آگے اُٹھا کر پہرے دار کی طرف بے فکری سے بڑھتا ہوا کہنے لگا۔ "واہ نِشانی کیوں نہ ہوتی۔ یہ رہی لو، دیکھ لو۔ کیا مُجھے چور سمجھا ہے؟ کیا پہلے کبھی ہزار درّہ سے نہیں گزرا؟"

جادُوگر قریب آکر کاغذ عُمرو سے لے کر اس کی تہ کھولنے لگا۔ جیسے ہی اس کی نگاہ کاغذ پر جمی عُمرو نے دوسرے ہاتھ سے غُبارہ اس کی ناک پر دے مارا۔ غُبارہ پھٹا، بے ہوشی کا دھواں جادُوگر کی ناک میں گھس گیا اور وہ چھینک مار کر بے ہوش ہو گیا۔ پہلے تو عُمرو کے جی میں آئی کہ اُسے قتل کر ڈالے مگر پھر یہ سوچ کر کہ کہیں اس کی موت کا شور سن کر دوسرے جادُوگر نہ آ گھیریں، یہ اِرادہ ترک کر دیا۔ اس کی بجائے کُچھ اور بے ہوشی سُنگھا کر اسے ایک جھاڑی میں چھُپا دیا اور خُود اس کا بہروپ بھر کر چوکی داری کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ ایک شعلے اُگلتا ہوا اژدھا ہوا سے زمین پر اُترا۔ ایک جادُوگر اور جادُوگرنی اس پر سوار تھے۔ دونوں اُچھل اُچھل کر اژدھے کی پیٹھ پر سے زمین پر آئے اور ہنستے بولتے ہوئے باغ میں پیٹھ پر سے زمین پر آئے اور ہنستے بولتے ہوئے باغ میں ٹہلنے لگے۔

عُمرو کچھ سوچ کر پُکارا: "اے! کون ہو تم؟ نشانی ہے؟"

جادُوگر نے مُسکراتے ہوئے ایک کاغذ نکال کر دِکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ رہی نشانی۔ دیکھ کر اطمینان کر لو۔"

عُمرو نے وہ کاغذ ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ اس پر افراسیاب کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ عُمرو جادُوگر کے چہرے پر اطمینان کی جھلک دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہاں یہی نشانی چلتی ہے۔ کاغذ اُسے واپس کر کے اپنی جگہ آ کھڑا ہوا۔ کچھ دیر بعد وہ جوڑا جس طرح آیا تھا اسی طرح چلا گیا۔ کچھ اور وقت گُزرنے پر ایک سیاہ فام لمبا تڑنگا جادُوگر زرق برق لباس پہنے بڑی شان کے ساتھ باغ میں داخل ہوا۔ عُمرو نے اُسے معزّز سردار سمجھ کر دونوں ہاتھوں سے سلام کیا۔ سردار نے خوش ہو کر

دس روپے انعام دیے۔ عُمرو نے سوچا اسے بے ہوش کر کے قتل کرنا چاہیے۔ بولا ”حضور آپ کا آنا مُبارک۔ دو گھڑی تشریف رکھیے کہ کچھ خدمت کروں۔“

سردار تیوروں پر بل ڈال کر بولا۔ ”آج تُو خلافِ دستور بات کیوں کر رہا ہے؟ تیری پر حیثیت کہ مُجھے بیٹھنے کو کہے!“ عُمرو نے گھبرا کر کہا۔ ”معاف کیجیے۔ خطا ہُوئی۔ مت بیٹھیے۔ چلے جائیے۔“

سردار اسے کڑی نگاہوں سے گھورتا ہوا گرجا۔ ”کیا آج بھنگ پی گیا ہے؟ جو الفاظ بولتا ہے وہ قانون کے خلاف۔ جب میرا جی چاہے گا تب جاؤں گا۔ تو کہنے والا کون؟“

عُمرو سمجھ گیا کہ یہاں کِسی سے فالتو بات نہیں کرنی چاہیے۔ آنکھیں نیچی کر کے چپ ہو رہا۔ کُچھ دیر سیر کرنے کے بعد وہ سردار بھی چلا گیا۔ پھر گھوڑے پر سوار شہزادیوں جیسا لباس پہنے ایک عورت آئی۔ عُمرو نے اس سے بھی نشانی طلب کی۔ نشانی دکھا کر اُس نے عُمرو سے پُوچھا۔ ”کوئی سردار تو نہیں آیا تھا؟“

عُمرو نے حقارت کے ساتھ کہا۔ ”فالتو سوالوں کا جواب دینا میرا فرض نہیں۔“

عُمرو کے اس رویّے سے وہ عورت مُشتعل ہو گئی۔ بڑھ کر تڑاخ سے ایک طمانچہ عُمرو کے گال پر لگایا اور گھوڑے کی طرف چلتے ہوئے بڑبڑائے لگی:

”تیری اتنی جرأت کہ مُجھ سے گُستاخی کرے۔ ابھی جاتی ہُوں شہنشاہ کے پاس۔ تیری کھال نہ کھنچوا دوں تو سہی۔“

عُمرو کے بھی تن بدن میں آگ لگ گئی۔ جیسے ہی اُس نے پیٹھ دکھائی، عُمرو نے چھلانگ لگا کر پیچھے سے اس کا ٹینٹوا دبا لیا۔ خود کو چھُڑانے کے لیے اس نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر جب تک اُس کا دم نہ نکل گیا عُمرو اس کا گلا دباتا چلا گیا۔ جب ٹھنڈی ہو گئی تو عُمرو نے اُسے زمین پر پٹخ دیا اور زیور اُتار لینے کے بعد خنجر سے گلا بھی کاٹ دیا۔ خون کے زمین پر ِگرتے ہی زبردست شور بُلند ہوا۔ عورت کا سر خُود بخود اُڑتا ہوا افراسیاب کی طرف چلا۔

عُمرو کو جان بچانے کی فکر ہوئی۔ باغ کی مخالف سمت جان توڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ کچھ دُور ایک پہاڑی نظر آئی جو اُونچے اور گھنے درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اس جگہ کو مناسب سمجھ کر عُمرو پہاڑی کے ایک درخت پر جا چڑھا۔ ایک دوشاخے کے

پیچ ٹہنیوں اور پتّیوں سے اس نے ایک چھوٹی سی پناہ گاہ بنائی اور اسی میں چھپ کر بیٹھ رہا۔

ادھر جب اُس جادُوگرنی کا سر اُڑتا ہوا باغِ سیب میں افراسیاب کے پاس پہنچا تو اس سے آواز بلند ہوئی۔ "مُجھے عُمرو نے ہزار درّہ میں ہلاک کیا۔"

افراسیاب نے یہ سُنتے ہی ایک ساحرِ کو مخاطب کر کے حکم دیا۔ "فطین جادُو! عُمرو ہزار درّہ کے مُقام پر کہیں موجود ہے۔ اسی وقت جاؤ۔ چپّے چپّے میں تلاش کرو اور گرفتار کر کے لے آؤ۔"

فطین جادُو فوراً وہاں سے روانہ ہوا اور کہیں اُڑتا کہیں دوڑتا ہوا ہزار درّہ جا پہنچا۔ باغ میں اور محل کے اِرد گرد ہر جگہ اُس نے عُمرو کو تلاش کیا۔ وہاں سے مایوس ہو کر صحرا کو کھنگالنے لگا۔ اِتّفاق سے ایک جگہ اُسے پیروں کے کئی نشان نظر آئے۔ غور کرنے پر وہ اُسے پہاڑی کی طرف جاتے معلوم ہوئے۔ بلا شُبہ وہ عُمرو ہی کے پیروں کے نشانات تھے۔

فطین جادُو تیزی سے چلتا اور اِرد گرد پر نگاہیں ڈالتا ہُوا پہاڑی کے قریب جا پہنچا۔

وہاں سے اُس نے ایک ایک درخت، کھائی، غار اور دڑار کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

عُمرو کی اُس پر نگاہ جمی ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ اسے افراسیاب نے بھیجا ہے اور اس جگہ پر میرے علاوہ کسی اور کو نہیں تلاش کر رہا ہے۔ اسے دھوکا دینے کے لیے اس نے زنبیل سے اپنی شکل وصورت کا نمدے کا بنا ہُوا ایک پُتلا نِکالا اور پناہ گاہ سے نیچے اُترا۔ قریب کے ایک درخت کے سائے میں پُتلے کو لا کر اُوپر سے چادر اُوڑھا دی اور بھاگ کر اپنی پناہ گاہ میں جا بیٹھا۔

فطین جادُو جب بڑھتے بڑھتے اس طرف آیا تو ایک درخت کے نیچے کِسی کو چادر اوڑھے سوتا دیکھ کر اس کا چہرہ کھل اُٹھا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ عُمرو کے علاوہ وہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ وہ جہاں تھا، وہیں رُک گیا۔ جلدی جلدی منتر پڑھ کر پہلے اُس نے سوئے ہوئے شخص کے گِرد ایسا جادُوئی کُنڈل بنا دیا کہ وہ اس کے باہر نہ جا سکے۔ اس کے بعد اِطمینان کے ساتھ اسے بے ہوش کر دینے والے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔

عُمرو پناہ گاہ میں چھپا ہوا اُس کی یہ حرکتیں دیکھ دیکھ کر مُسکرا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد فطین جادُو عُمرو کے پُتلے کے قریب آیا اور چادر اُس کے مُنہ پر سے اُلٹ دی۔ اُس کا رہا سہا شک بھی دُور ہو گیا۔ پُتلا ہُو بہُو عُمرو نظر آ رہا تھا۔ بے حِس اور بے ہوش۔ فطین جادُو نے ایک نعرہ بُلند کیا اور عُمرو کو پُتلے کر پنجے میں داب کر اُڑتا ہوا باغِ سیب کی طرف چلا۔

افراسیاب کے پاس پہنچ کر پُتلے کو فرش پر پٹختے ہوئے اس نے ڈینگ ماری۔ ”حضور! یہ موذی بلا کا عیّار ہے۔ کم بخت نے بڑا ہی تنگ کیا مگر میں بھی پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ گیا اور آخر اُسے پکڑ ہی لیا۔“

سارے اہلِ دربار فطین کی تعریف کرنے لگے۔ افراسیاب نے کہا۔ ”بے شک تُو اِنعام کا مُستحق ہے۔ اب ذرا اسے ہوشیار تو کر۔“

فطین جادُو نے بے ہوشی اور بے حِسی دُور کرنے والا منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ سب لوگ فرش پر پڑے ہوئے پُتلے کو دیکھنے لگے۔ وہ جُوں کا تُوں بے دم پڑا ہوا تھا۔ افراسیاب نے سوالیہ نگاہوں سے فطین کو گھورا تو اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ

کہا۔ ”حضور! یہ مکر کر رہا ہے۔“ یہ کہہ کر اُس نے زور سے پُتلے کے پیٹ میں ٹھوکر
ماری۔ پیٹ گتّے کا بنا ہوا تھا۔ ٹھوکر زور دار تھی۔ گتّے میں سوراخ ہو گیا اور اس کا
پیر اس کے اندر چلا گیا۔

پہلے تو سارے درباری ہکّا بکّا ہو کر رہ گئے مگر پھر اصل حقیقت جانتے ہی زور دار
قہقہے لگانے لگے۔ فطین جادُو کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ افراسیاب
نے بھی خُوب خُوب اس کا مذاق اُڑایا اور پھر جھُوٹی ڈینگیں مارنے کے جرم میں
ذلیل کر کے دربار سے نِکلوا دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک دُوسرے ساحرِ ذہین
جادُو کو حکم دیا کہ جا کر عُمرو کو پکڑ لائے۔

ذہین جادُو واقعی ذہین تھا۔ فطین جادُو کا حشر اُس کے سامنے تھا۔ دل میں ڈرا کہ
کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی دھوکا کھا جاؤں اور ذلیل کر کے دربار سے نکالا جاؤں۔
سوچ کر بولا۔ ”عالی جاہ! حکم سر آنکھوں پر لیکن عیّار کو عیّار ہی پہچان سکتا ہے۔
جادُوگر خواہ کیسا ہی ہو دھوکا کھا سکتا ہے۔ بہتر ہو کہ آپ صرصر کو طلب فرمائیں۔
یہ کام اُس کے حوالے فرمائیں۔“

پہلے تو افراسیاب کو یہ بات کچھ ناگوار گُزری مگر جب یاد آیا کہ کئی بار عُمرو خُود اُسے بھی دھوکا دے چکا ہے تو اُسے ذہین جادُو کی بات مناسب معلوم ہوئی۔ ایک طلِسمی پنجے کو اُس نے حکم دیا کہ جہاں بھی صرصر ہو، جا کے اُٹھا لائے۔ پنجہ اُڑ کر غائب ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد صرصر کو لا کر شہنشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔

افراسیاب نے اسے عُمرو کے ٹھکانے کا پتا بتاتے ہوئے حکم دیا کہ جا کر اُسے گرفتار کر لائے، صرصر ہرنی کی طرح دوڑتی، اُچھلتی ہزار درّہ کی جانب روانہ ہو گئی۔

اب عُمرو کا حال سُنیے۔ فطین جادُو اُس کا پُتلا اُٹھا کر چلا تو اُسے فکر ہوئی کہ زیادہ دیر یہاں رہوں گا تو پکڑا جاؤں گا۔ اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ یہ ہزار درّہ طلِسم نہیں، محض بھُول بھُلیّاں ہے۔ اتنے لوگ میرے سامنے آئے گئے۔ ضرور کہیں نہ کہیں راستہ ہے عقل و ہوش کے ساتھ ڈھونڈنا چاہیے۔

یہ سوچ کر وہ پناہ گاہ سے نیچے اُترا اور جس سمت فطین جادُو اُڑتا ہوا گیا تھا، اُسی سمت دوڑتا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد اُسے پھر پہلے جیسی پہاڑی دکھائی دی۔ یہاں پہنچ کر اچانک اُسے خیال آیا کہ یوں ہر طرف دوڑتے رہنے کی بجائے پہاڑی کی چوٹی

کے سب سے اونچے درخت پر چڑھ کر اِرد۔گرد کا جائزہ لینا چاہیے۔ اگر پھر بھی کِسی طرف کوئی راہ نہ دکھائی دے تو خود کو قسمت کے حوالے کر دینا چاہیے۔

اس خیال کے تحت وہ پہاڑی کی چوٹی کی طرف تیزی سے بڑھتا چلا گیا اور پھر ایک سب سے اُونچا درخت تلاش کر کے اُس کی پھُنگی کے قریب جا پہنچا۔ اب وہ چاروں طرف بڑی دُور دُور تک نظر دوڑا سکتا تھا۔ پہلی نظر میں اسے چاروں طرف کا علاقہ ایک جیسا محسوس ہوا مگر پھر غور سے دیکھنے پر ایک سِمت کی پہاڑی کے پیچھے ایک ایسا دُھندلا سا نظر آیا جو کسی اور پہاڑی کے پیچھے دکھائی نہ دیتا تھا۔

وہ پہاڑی اس سے اِتنی ہی دُور تھی جتنی کہ وہ پہاڑی جس میں وہ کچھ وقت پناہ گاہ بنا کر رہا تھا۔ آخر وہ اُسی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر جب اُس پہاڑی کے اُوپر پہنچ کر اُس نے اس پہاڑی کے پچھلے حصّے کی طرف نظر دوڑائی تو اس کا چہرہ خوشی سے کھِل اُٹھا۔ دُور بہت دُور ایک پہاڑ تھا۔ اور دائیں بائیں سرسبز میدان اور گھنے درخت۔

پچھلے میدان کی طرف اُتر کر عُمرو تیزی کے ساتھ ایک سِمت دوڑنے لگا۔ وہ جلد سے جلد وہاں سے دُور نکل جانا چاہتا تھا۔ بہت دیر تک دوڑتے رہنے کے بعد وہ

دریائے خونِ رواں کے کنارے پہنچا۔

اس طلسمی دریا کو پار کرنا اُس کے بس سے باہر تھا۔ ناچار وہاں سے پلٹا اور چلتے چلتے ایسی گُزر گاہ کے قریب جا نِکلا جس پر سامنے سے پانچ جادُو گر اچھے اچھے کپڑے پہنے چلے آ رہے تھے۔ عُمرو نے اوٹ میں ہو کر ایک بوڑھی عورت کا بھیس بنایا، کمر جھکائی اور ایک ہاتھ میں مٹھائی کا دُونا، دوسرے میں لاٹھی سنبھالے کھٹ کھٹ کرتا راستے پر آیا۔ آنے والے جادُو گروں سے پُکار پُکار کر کہنے لگا۔ "بیٹا! ذرا ٹھہرنا۔ مُجھ بڑھیا پھُونس کا ایک کام کرتے جاؤ۔ دُعا دُوں گی۔"

پانچوں جادُو گر اُس کے قریب پہنچ کر رُک گئے۔ اس کی جھُرّیوں سے بھرا چہرہ، کپکپاتی آواز اور تھرتھراتی دوہری کمر دیکھ کر اُنہیں ترس آ گیا۔

ایک نے اُس سے پُوچھا۔ "بڑی بی! بتائیے کیا کام ہے۔"

عُمرو بولا۔ "بیٹا! میں نے سامری کی منّت مانی تھی۔ پوری ہو گئی۔ چاہتی تھی کہ نذر دِلوا دوں۔ اب مٹھائی کا دونا لیے ماری ماری پھر رہی ہوں۔ کوئی نہیں ملتا کہ سامری کی نذر دے دے۔"

ایک ساحر نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”فکر نہ کرو بڑی بی۔ میں نذر دیے دیتا ہوں۔“ یہ کہہ کر اُس نے دونا نقلی بُڑھیا کے ہاتھ سے لے لیا اور آنکھیں بند کر کے آہستہ آہستہ کچھ پڑھتا رہا۔ پھر دونا بُڑھیا کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”لو بڑی بی۔ نذر ہو گئی۔“

نقلی بُڑھیا دعائیں دے کر کہنے لگی۔ ”بیٹا! تم لوگ بھی اس میں سے تھوڑا تھوڑا تبرّک لے لو۔“

اس کا دل رکھنے کے لیے پانچوں جادُوگروں نے تھوڑی تھوڑی مٹھائی لے کر کھا لی۔ کھاتے ہی سب بے ہوش ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ عُمرو نے اُن کی جیب ٹٹول کر جو ملا زنبیل میں ڈالا۔ پھر ایک ایک رقعہ لکھ کر ہر ایک کے گلے میں باندھ دیا۔ ہر رُقعے کا مضمون یہ تھا۔ ”اے افراسیاب! جان لے کہ اب تیرے طلِسم کی عُمر پوری ہو چکی ہے۔ مُجھے یہاں لا کر تُو نے خُود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے۔ اگر تو اب بھی کچھ دنوں کی مُہلت چاہتا ہے تو مُجھے فوراً دریائے خونِ رواں کے اُس پار پہنچوا دے۔ ورنہ یاد رکھ! خُون کے دریا بہا دوں گا۔ ایک

جادُوگر کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ ان پانچ جادُوگروں کو میں نے محض تیری تنبیہہ کے لیے چھُوڑ دیا ہے لیکن اگر تو شکر گزار نہ ہوا اور مجھے جلد دریا کے اُس پر نہ پہنچایا تو دیکھ لینا پھر تیرا جو بھی کوئی آدمی جہاں ملے گا، بے دریغ ہلاک کروں گا۔ خُون تیری گردن پر ہو گا۔"

فقط عُمرو بن اُمیّہ

وہ پانچوں جادُوگر افراسیاب کے خدمت گار تھے۔ کافی دیر بعد اُنھیں ہوش آیا تو خود کو راستے میں پڑا دیکھ کر تعجّب کرنے لگے۔ دھیرے دھیرے اُنھیں یاد آیا کہ ایک بُڑھیا نے نذر دلوائی تھی اور تبرّک کی مٹھائی تھوڑی تھوڑی ہم سب نے کھائی تھی۔ سمجھ گئے کہ بڑھیا کوئی حرّافہ تھی۔ بے ہوش کر کے ہماری جیبیں صاف کر گئی۔

سب نے اُٹھ کر اِدھر اُدھر بڑھیا کو بہت ڈھونڈا مگر وہ اب کہاں تھی۔ لاچار کبھی بُڑھیا کو، کبھی اپنے آپ کو بُرا بھلا کہتے چلے۔ اسی حالت میں ایک ایک کر کے سب کو عُمرو کا رقعہ کھڑکتا ہوا محسوس ہوا۔ نکال کر پڑھا تو ساری بات سمجھ میں آ

گئی۔ جان بچ جانے پر شکر کرتے ہوئے افراسیاب کے پاس پہنچے اور رُقعے اس کے سامنے پیش کر دیے۔

افراسیاب کو سخت غصّہ آیا۔ صرصر کو بھیج ہی چُکا تھا، ایک مشہور جادُوگرنی شگُوفہ جادُو کو بھی حکم دیا کہ جا کر عُمرو کو پکڑ لائے۔ وہ تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئی۔

آمدنی کی فکر

عُمرو نے جن پانچ کے جادُوگروں کو بے ہوش کیا تھا، ان کے گلے میں رقعے باندھنے کے بعد اس سمت بھاگ کھڑا ہوا جدھر سے وہ لوگ آتے دکھائی دیئے تھے۔ اب وہ ایک کسان کے بھیس میں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ افراسیاب کو اس نے جو دھمکی دی ہے اسے وزن دار بنانے کے لیے اس کے شہروں میں کچھ ہنگامہ مچانا ضروری ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ جس سمت پانچوں جادُوگر آرہے تھے اس طرف کہیں نہ کہیں کوئی بستی ضرور ہوئی۔ وہ لگاتار اسی سمت دوڑتا رہا۔

کچھ دیر بعد اس نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اس کا خیال درست نکلا۔ سامنے کچھ فاصلے پر ایک بڑا قلعہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

آخرکار وہ چلتے چلتے قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔ دروازے پر پہرے داروں نے

اسے علاقے کا کسان سمجھ کر کوئی روک ٹوک نہ کی۔ قلعے کے اندر ایک شان دار شہر آباد تھا۔ گلیوں اور سڑکوں پر ہر جگہ چہل پہل تھی۔ لوگ خوش حال بلکہ عیش پسند دکھائی دیتے تھے۔ دکانوں پر خریداروں کا ہجوم تھا۔ مکانات خوش رنگ اور اچھے تھے۔ سڑکوں اور ناکوں پر جگہ جگہ پر آرائشی محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ جوہریوں کے بازار سے گزرتے ہوئے عُمرو نے سوچا خاصی سیر کرلی۔ اب کچھ آمدنی کی فکر ہونی چاہیے۔

ادھر ادھر نگاہ دوڑاتے ہوئے اس نے ایک موٹے جوہری کو تاکا۔ جیسے ہی اس کی دکان پر خریداری کرنے والا ایک گاہک رخصت ہوا تو اس کے پاس جا دھمکا اور بولا "لالہ جی! جواہرات کے کچھ نگینے تو دکھاؤ۔"

جوہری اس کے حُلیے کو دیکھ کر پہلے تو جھجکا مگر پھر یہ سوچ کر کہ گانٹھ کا پورا معلوم دیتا ہے، چند نگینے الماس ہیرے اور لعل ڈبیا میں سے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ عُمرو دونوں ہاتھوں میں بدل بدل کر اور دائیں بائیں گھوم کر اُنھیں جانچنے لگا۔ ایسا کرتے ہوئے اصلی نگینے عُمرو نے زنبیل میں ڈال دیے اور نقلی نگینے جو پہلے

ہی اس کی مُٹھّی میں تھے جوہری کو واپس کر دیے۔ اس کے ساتھ ہی ہاتھ جوڑ کر اور گھگھیا گھگھیا کر کہنے لگا ”لالہ! دیا کرو۔ دو دن سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ حلوا پوری کھِلوادو۔ بھلا ہو گا۔“

اس وقت ایک اور گاہک بھی آ کر اس کے برابر کھڑا ہو گیا۔ جوہری عُمرو کی یہ اچانک تبدیلی دیکھ کر سٹ پٹا گیا مگر پھر جو اس نے واپس کیے ہوئے نگینوں پر نگاہ ڈالی تو غصّے سے سرخ ہو گیا۔ نگینے چھوٹے تو تھے ہی مگر ان کا سائز اور وزن بھی ان نگینوں سے بالکل مختلف تھا جو اس نے عُمرو کو دیکھنے کے لیے دیے تھے۔

اس نے عُمرو کا گریبان پکڑ لیا اور پاگلوں کی طرح پیٹتے ہوئے چیخنے لگا ”بدمعاش لفنگا! چور! نکال میرے نگینے۔“

عُمرو دہائی دینے لگا ”لوگو! بچاؤ! بھیک مانگی تو مارنے لگا۔ اب الٹا الزام بھی لگا رہا ہے۔“ جو گاہک پہلے ہی اس کے قریب آ کھڑا ہوا تھا اور جوہری سے کچھ خریدنا چاہتا تھا، اس نے عُمرو کو بھیک مانگتے دیکھا تھا۔ عُمرو کو جوہری سے چھڑا کر اس نے لالہ کو ڈانٹ بتائی ”شرم نہیں آتی۔ دن رات شریف آدمیوں کو لوٹتے ہو اور

ایک بھوکے کو کھانا نہیں کھلا سکتے۔ نگینے کون سے مانگتے ہو اس سے؟"

جوہری اس شخص کو پہچانتا تھا۔ وہ شہر کا ایک معزز آدمی تھا۔ قسمیں کھا کھا کر اسے یقین دلانے لگا۔ "آپ کے آنے سے پہلے اس نے دیکھنے کے لیے نگینے مانگے۔ پھر اصلی کی بجائے نقلی نگینے دے کر بھیک مانگنے لگا۔ یہ کوئی چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ اسی سے میرے نگینے دلواؤ۔"

عُمرو چلاتے ہوئے بولا "صاحبو! انصاف کرو۔ میری یہ حیثیت ہے کہ میں اس سے خریدنے کے لیے نگینے مانگوں اور یہ مجھے دے دے؟ یہ جھُوٹ بولتا ہے۔ میں نے صرف کھانا مانگا تھا۔ شک ہو تو ابھی یہیں ہوں، میری تلاشی لو۔"

اس وقت تک ایک جمع اکٹھا ہو گیا تھا۔ بحث کے بعد آخر سب نے اس بات سے اتفاق کیا کہ تلاشی لی جائے۔ اگر نگینے اس کے پاس سے نکل آئیں تو یہ چور، نہیں تو جوہری جھوٹا۔

عُمرو راضی ہو گیا۔ ایک معتبر آدمی نے سب کے سامنے اس کی جیب اور انٹی کی خوب خوب تلاشی لی مگر کہیں کچھ نہ ملا اور ملتا بھی کیسے؟ نگینے تو زنبیل کے اندر

تھے اور زنبیل سوائے عُمرو کے نہ کوئی دیکھ سکتا تھا نہ ٹٹول سکتا تھا۔ عُمرو کو چھوڑ دیا گیا اور سب لوگ جوری کو لعنت ملامت کرتے ہوئے اپنے اپنے راستے چل دیے۔

کچھ دیر بعد عُمرو پھر پلٹ کر اسی جوہری کے پاس آیا۔ جوہری سر پر ہاتھ رکھے اپنی قسمت کو کوس رہا تھا۔ عُمرو نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "لالہ جی! اودھم مچانے کا نتیجہ دیکھ چکے ہو۔ بھل منسی پر آ جاؤ تو اب بھی کچھ بات بن سکتی ہے۔ دھرم سے بولو۔ جواہرات کتنے کے تھے؟"

جوہری کو کچھ امید ہوئی۔ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "بیس ہزار کا مال تھا۔"

عُمرو نے کھٹ سے کہا "اچھا، تو نکالو دس ہزار۔ ابھی تمہارا مال دیتا ہوں۔ گڑبڑ کی تو تم جانو تلاشی سے کچھ نہ ملے گا۔ بولو۔ کیا کہتے ہو؟"

جوہری نے جو دیکھا کہ گھاٹا آدھا ہوا جاتا ہے تو کلیجے پر پتھر رکھ کر دس ہزار پورے گِن کر عُمرو کے سامنے کھسکا دیے۔ عُمرو نے رقم سمیٹ کر اس کے نگینے اس کے حوالے کر دیے۔ پہلی نظر میں وہ اسے بالکل اصلی دکھائی دیتے تھے۔

پہلے کی طرح روئی میں لپیٹ کر وہ نگینے اس نے ڈبیا میں رکھ دیے۔

شام کو دکان بند کرنے سے پہلے اس نے پھر ان نگینوں کو دیکھنا چاہا۔ لیکن ڈبیا کھول کر جونہی روئی ہٹائی، جواہرات کے نگینوں کی جگہ پگھلی ہوئی مصری کی ڈالیاں نظر آئیں۔ اس نے سر پیٹ لیا۔ سارا بازار اکٹھا ہو گیا۔ رو رو کر اس نے سب کو اپنی بپتا سنائی۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ حاکمِ شہر سے فریاد کرے۔ اس نے جا کر سارا قصہ بیان کیا۔

اپنی قِسم کی یہ بالکل انوکھی واردات تھی۔ حاکمِ شہر نے ملکہ زعفران جادُو کو خبر دی۔ یہ وہی زعفران تھی جسے خُمار وغیرہ کے ساتھ عُمرو ایک بار بے ہوش کر چکا تھا۔ یہ شہر اور قلعہ اس کی راجدھانی تھی۔ زعفران نے حکم دیا کہ آج رات سارے جوہری دربار میں حاضر کیے جائیں۔

حاکمِ شہر نے جوہریوں کو یہ حکم پہنچا دیا۔ عُمرو کو بھی اس بات کی خبر لگ گئی۔ اس نے بھی ایک جوہری کا بھیس بنایا اور دوسرے جوہریوں کے ساتھ وقتِ مقرّرہ پر ملکہ زعفران جادُو کے دربار میں جا پہنچا۔

ملکہ نے اشارے پر سب سے پہلے اس جوہری نے رو رو کر اپنی داستان سنائی جسے عُمرو نے ٹھگا تھا۔ اس کے بعد ملکہ نے دوسرے جوہریوں سے پوچھا۔ ”کیا تم میں سے کسی اور کے ساتھ بھی ایسی واردات ہوئی ہے؟“

اس پر عُمرو نے کھڑے ہو کر کہا۔ ”حضور کا اقبال بلند ہو۔ ایک دن پہلے وہی شخص مجھے بھی پانچ ہزار روپے کی چوٹ دے چکا ہے مگر نکّو بننے کے ڈر سے میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔“

ملکہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے لگی ”یہ کام کسی بہت بڑے عیّار کا معلوم ہوتا ہے۔ میرے ملک میں آج تک ایسی واردات نہیں ہوئی۔ ضرور یہ عیّار حال ہی میں باہر سے آیا ہے۔ میں اسی وقت ایسا انتظام کرتی ہوں کہ ٹھگ قلعے سے باہر نہ جا سکے اور اسے گرفتار کر لیا جائے۔ تم لوگ میری رعایا ہو۔ تمہاری حفاظت مجھ پر فرض ہے۔ تم میں سے جس کا بھی جو نقصان ہوا ہے میں اسی وقت اپنے خزانے سے پورا کیے دیتی ہوں۔ آیندہ جب تک اس ٹھگ کی گرفتاری کی خبر نہ سنا دی جائے، ذرا سوچ سمجھ کر لین دین کرنا۔“

ملکہ کی وزیر صنوبر جادُو اس کے اشارے پر پینتیس ہزار روپے دو تھیلیوں میں گن کر لے آئی۔ بیس ہزار روپے کی تھیلی اصلی جوہری کو اور پانچ ہزار کی تھیلی عُمرو کے حوالے کر دی گئی۔

اس کے بعد ملکہ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "اگر تم کچھ اچھے جواہرات ساتھ لائے ہو تو مجھے دکھاؤ۔ پسند آ گئے تو منہ مانگی قیمت ملے گی۔"

چند ایک کے سوا کوئی کچھ لے کر نہ آیا تھا۔ وہ رُخصت کر دیے گئے۔ بعد میں رہ جانے والے بھی جواہرات دیکھ دیکھ کر چلتے کیے گئے۔ ایک لعل کے علاوہ ملکہ کو اور کُچھ پسند نہ آیا جسے اس نے فوراً خرید لیا۔ آخر میں عُمرو باقی بچا۔ اس نے آگے بڑھ کر کمر سے کبوتر کے انڈے کے برابر ایک بڑا موتی نکالا اور ملکہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

ملکہ زعفران نے ساری زندگی ایسا بیش بہا موتی نہ دیکھا تھا۔ وہ اس پر لٹو ہو گئی۔ بولی "ایسا نادر موتی تو شہنشاہ افراسیاب کے پاس بھی نہ ہو گا۔ شاید دنیا بھر میں ایک ہی ہو۔ تمھیں کہاں سے مل گیا؟"

عُمرو نے اسے اور حیران کرنے کے لیے کہا۔ ”تھے تو دو موتی مگر اب واقعی دنیا بھر میں یہ ایک ہی ہے۔“

”ہائیں! ایسے دو موتی تھے!“ ملکہ زعفران نے بے صبری کے ساتھ کہا۔ ”کس کے پاس تھے؟ دوسرا کیا ہوا؟“

عُمرو نے کہا ”حضور! یہ بڑا لمبا قصہ ہے۔ مختصر یہ کہ میں کئی بار سنگدیپ گیا تھا۔ وہاں کسی بات پر ایک سادھو کو لوگوں نے ادھ مُوا کر کے راستے میں ڈال دیا تھا۔ میں اسے اٹھا کر اپنے ٹھکانے پر لے گیا اور دل کھول کر دوا دارو کی۔ اچھا ہونے پر وہ چلا گیا لیکن عین اس دن جب کہ میں سنگدیپ سے روانہ ہونے والا تھا وہ آیا اور دو موتی مجھے دے کر بولا جو بھی ایک موتی کھرل کر کے کھالے گا سات سو برس کی عمر پائے گا اور مرتے دم تک جوان اور تن درست رہے گا۔ عورت کے لیے آدھا ہی کافی ہے۔ سادھو نے مجھے کھرل کرنے کی ترکیب بھی بتا دی تھی۔ میں نے وطن واپس پہنچنے کا بھی انتظار نہ کیا اور ایک موتی جہاز میں سفر کے دوران ہی کھا گیا۔ دوسرا یہ ہے۔ اگر پسند کریں تو حاضر ہے۔“

موتی کی یہ تاثیر سن کر ملکہ زعفران جادُو کے منہ میں پانی بھر آیا۔ بولی "اس کی قیمت کیا ہے؟"

ملکہ کی وزیر صنوبر جادُو بھی پوچھ بیٹھی۔ "کیا ایک موتی دو عورتیں کھا سکتی ہیں؟"

عُمرو نے کہا۔ "یہ موتی انمول ہے۔ اس کی کوئی قیمت مقرر نہیں کی جا سکتی۔ البتہ میں آپ کی رعایا ہوں، جو دیں گی، قبول کر لوں گا۔ یہ ایک موتی دو عورتوں کے لیے پوری خوراک ہے۔"

یہ سن کر ملکہ اور صنوبر اسے ایک علیحدہ کمرے میں لے گئیں۔ وہاں دونوں نے اپنا سارا زر و جواہر لا کر عُمرو کے سامنے ڈھیر کر دیا جسے اس نے سمیٹ کر چادر میں باندھ لیا۔

ملکہ زعفران بولی۔ "اب ہم دونوں کو اپنے ہاتھ سے کھرل کر کے یہ موتی کھلا دو۔"

عُمرو نے کہا۔ "بہت بہتر۔ ایک ہاون دستہ منگوا دیجیے اور منع کر دیجیے کہ جب

تک بلایا جائے کوئی بھی اندر نہ آئے۔"

صنوبر خود جا کر ہاون دستہ لے آئی اور کنیزوں، خادماؤں کو اندر نہ آنے کی سختی سے تاکید کر دی۔ عُمرو نے اُنہیں آنکھ بند کر کے سامری اور جمشید کے ناموں کا جاپ کرنے کی ہدایت کی اور خود ایک طرف بیٹھ کر ہاون دستہ کھڑکانے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے دونوں عورتوں کو آنکھیں کھولنے کے لیے کہا۔ انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور بے صبری سے عُمرو کو دیکھنے لگیں۔ ہاون دستے کے قریب فرش پر کاغذ کے دو صاف ٹکڑے بچھے تھے۔ دونوں پر تھوڑا تھوڑا سفید سفوف سا رکھا تھا۔ عُمرو کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے سے دونوں کاغذوں میں رکھے ہوئے سفوف کو برابر برابر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے وہ دونوں کاغذ عورتوں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"لیجیے۔ موتی کا سفوف تیار ہے۔ پھانک کر ایک گھونٹ پانی پی لیں۔" صنوبر جادُو نے لپک کر دو گلاسوں میں پانی انڈیلا۔ ایک ملکہ کے سامنے رکھا، ایک اپنے۔ پھر عُمرو سے سفوف لے کر دونوں نے پھانکا اور پانی کے گھونٹ سے حلق کے اندر

اتار لیا۔ عُمرو کے لبوں پر مسکراہٹ ناچنے لگی۔ دونوں عورتیں بھی خوشی سے مسکرانے لگیں۔ سات سو برس کی زندگی اور مرتے دم تک کی جوانی و تن درستی جو مل رہی تھی۔

لیکن جلد ہی دونوں کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ ملکہ زعفران نے عُمرو سے پوچھا۔ "جوہری ہمیں چکّر سا کیوں آرہا ہے؟"

عُمرو بولا۔ "چکّر کے بغیر مطلب کیسے حاصل ہوتا ہے۔" یہ کہہ کر جلدی جلدی اس نے اپنے چہرے سے رنگ و روغن صاف کیا اور زعفران کے سامنے منہ کرتے ہوئے بولا۔ "ملکہ! مجھے پہچانتی ہو؟"

اب جو زعفران جادُو نے اس کے چہرے پر نگاہ جمائی تو چیخ مار کر کھڑی ہوئی۔ "کون؟ عُمرو! ہائیں!"

صنوبر اٹھتے ہوئے بولی۔ "ملکہ! دھوکا!" لیکن اس کے بعد دونوں ایک لفظ بھی نہ بول سکیں۔ لڑکھڑا کر گریں اور بے ہوش ہو گئی۔

عُمرو نے بھاگ کر دروازہ اندر سے بند کیا اور خنجر نکال کر دونوں کو قتل کرنے کے خیال سے آگے بڑھا، اچانک کمرے کے ایک کونے کا فرش شق ہوا اور اس میں سے ایک شیر نکل کر عُمرو کو گھورنے لگا۔ صنوبر قریب تھی۔ عُمرو نے اسے گھسیٹ کر زنبیل میں ڈال لیا۔ اس کے بعد جوں ہی اس نے کہ زعفران جادُو کی طرف قدم بڑھایا شیر غرایا۔ عُمرو جھجکا۔ شیر غائب ہو گیا لیکن اس کی غرّاہٹ سے ملکہ زعفران جادُو کی بے ہوشی دُور ہو گئی۔

ہوش میں آتے ہی اس نے جھپٹ کر عُمرو کو پکڑ لیا اور دروازہ کھول کر کھینچتی ہوئی صحن میں لے گئی۔ وہاں اسے ایک ستون ست باندھ کر کنیزوں کو حکم دیا۔ "کمرے میں جا کر دیکھو۔ صنوبر کہیں بے ہوش پڑی ہو تو ہوشیار کر کے فوراً یہاں لے آؤ۔"

انہوں نے جا کر کمرے کا چپا چپا چھان مارا۔ صنوبر وہاں ہوتی تو انہیں ملتی۔ وہ جیسی گئی تھیں ویسی ہی زعفران کے پاس لوٹ آئیں۔

زعفران نے عُمرو سے پوچھا۔ "اے مکّار! سچ بتا صنوبر جادُو کو تو نے کیا کیا؟"

عُمرو نے کہا "ملکہ! سچ تو یہ ہے کہ مجھے زبردست بھُوک لگی تھی۔ اسے کھا گیا۔ آپ کو بھی کھا جاتا مگر بُرا ہو اس شیر کا۔ اس نے ہوشیار کر کے آپ کو بچا لیا۔"

زعفران سمجھ گئی کہ یہ شخص سختی سے نہیں ڈرے گا۔ اس سے سودا کرنا چاہیے۔ بولی "اے عُمرو! مجھے تجھ سے کوئی دشمنی نہیں۔ اگر تو صنوبر کو چھوڑ دے تو میں تجھے قلعے سے نکل جانے کی اجازت دے دوں گی۔ جھوٹ مت بول۔ صنوبر زندہ ہے۔ تو نے اسے کہیں غائب کر دیا ہے۔ اگر وہ مر جاتی تو سامنے والا گلاب کا پودا بھی غائب ہو جاتا۔ یہ اسی نے اپنے جادو سے بنایا تھا۔"

عُمرو نے جواب دیا۔ "ٹھیک ہے۔ اگر تم مجھے دریائے خُونِ رواں کے پار پہنچا دینے کا وعدہ کرو تو میں صنوبر کو تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔"

زعفران نے کہا۔ "یہ میرے بس سے باہر ہے۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں۔"

عُمرو بولا۔ "تو پھر دو لاکھ نقد کا انتظام کرو اور قلعے کے باہر ہی پہنچا دو۔"

زعفران نے کہا۔ "ہاں یہ دونوں باتیں مانی جا سکتی ہیں۔"

عُمرو نے کہا۔ ”بس تو مجھے بھی منظور ہے۔ اب مجھے کھول دو۔ ابھی کمرے سے صنوبر کو لے کر آتا ہوں؟“

زعفران جادُو نے اسے کھول دیا۔ وہ سیدھا کمرے میں گیا اور زنبیل میں سے ایک دوسری جادُو گرنی کو نکالا جسے بہت پہلے اس نے طلِسم ظاہر میں گرفتار کیا تھا۔ اس کے چہرے پر رنگ و روغن کر کے شکل بالکل صنوبر جادُو جیسی بنائی اور ہوشیار کر کے اسے سمجھایا۔ ”آج میں تجھے آزاد کر رہا ہوں لیکن تیرا نام صنوبر جادُو ہو گا اور تو ملکہ زعفران جادُو کی وزیر کی حیثیت سے زندگی بھر عیش کرے گی۔ خبردار! اگر کسی کو اپنی بات بتائی تو وزارت بھی جائے گی اور قید یا قتل بھی ہونا پڑے گا۔“

مُدّت کے بعد اس جادُو گرنی کو آزادی نصیب ہو رہی تھی، ساتھ ہی وزارت بھی۔ وہ راضی ہو گئی۔ عُمرو اسے لے کر ملکہ زعفران کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ ”لیجیے ملکہ صاحبہ! صنوبر حاضر ہے، اب اپنا وعدہ پورا کیجیے۔“

ملکہ نے بڑھ کر اپنی چہیتی صنوبر کو گلے لگا لیا اور ایک خواص کو حکم دیا کہ جا کر روپیوں کی تھیلیاں لے آئے، پھر وہ عُمرو سے مخاطب ہوئی۔ ”میں اپنے وعدے

پر قائم ہوں۔ روپے وصول کر لو اور قلعے کے باہر پہنچائے دیتی ہوں۔"

تھوڑی دیر میں خاص اور کئی کنیزیں روپیوں کی تھیلیاں لے کر آئیں اور اُنہیں فرش پر الٹ کر گننے لگیں۔ وہ گنتی جا رہی تھی کہ ملکہ کی دائی اچانک آ پہنچی۔ سب سے پہلے نقلی صنوبر سے اس کی آنکھیں چار ہوئیں مگر نقلی صنوبر اُسے پہچانتی ہی نہ تھی اس لیے اسے سلام نہ کیا۔

دائی زبردست جادُوگرنی تھی۔ صنوبر کی یہ تبدیلی دیکھ کر اُسے شک گزرا۔ ملکہ نے بڑھ کر اس کا استقبال کیا تو وہ اس نے بولی "یہ صنوبر کو آج کیا ہوا؟ اس نے نہ مجھے سلام کیا، نہ حسبِ عادت میری طرف بڑھی۔ جیسے مجھے پہچانتی ہی نہیں ہے۔"

یہ سن کر نقلی صنوبر چونک کر اس کی طرف بڑھی اور کہنے لگی۔ "دادی جان! معاف کیجیے۔ دماغ ٹھیک نہیں رہا۔"

دادی جان کا لفظ سن کر دائی کو یقین ہو گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ اصلی صنوبر اسے خالہ کہا کرتی تھی۔ ملکہ زعفران نے اس کی صفائی پیش کرتے ہوئے سارا

معاملہ اسے بتا دیا لیکن اس کا شک اور بڑھ گیا۔ اس نے نقلی صنوبر کے چہرے کو گھورنا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا رنگ روغن پگھل گیا اور جادُوگرنی کی اصلی صورت ظاہر ہو گئی۔ اب تو ملکہ زعفران بھی سنّاٹے میں آ گئی۔ اس نے آگ بھبھُوکا ہو کر عُمرو کی طرف دیکھا۔ عُمرو اس سے پہلے ہی عیّاری کی چادر اوڑھ کر غائب ہو چکا تھا۔ زعفران سمجھی کہ وہ بھاگ گیا۔ فوراً منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ قلعے کے سارے دروازے سحر کے پردے میں چھپ گئے۔ اب ہر طرف دیوار ہی دیوار تھی۔ یہ کام کر کے زعفران نے چیخ کر کنیزوں اور خواصوں کو حکم دیا۔ "عُمرو یہیں کہیں چھُپا ہو گا۔ جہاں ہو ڈھونڈ نکالو۔ اب وہ شہر سے باہر ہرگز نہیں جا سکتا۔" کنیزیں سارے محل میں پھیل گئیں اور عُمرو کو تلاش کرنے لگیں۔ عُمرو اسی مقام پر چادر اوڑھے کھڑا تھا۔ کنیزوں کے جاتے ہی اس نے چلّا کر کہا۔ "میں جاتا ہوں۔"

زعفران اور اس کی دائی حیران ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگیں مگر کوئی نہ دکھائی دیا۔ دائی ڈری کہ ایسا نہ ہو عُمرو ہمیں نقصان پہنچائے۔ اس نے حفاظتی حصار اپنے

اور زعفران کے چاروں طرف کھینچ دیا۔ عُمرو نے چاہا کہ دونوں کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لے مگر وہ طلسمی حصار کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ غصّے میں انہیں چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہوا۔ جو چیز محل کی سامنے نظر آئی زنبیل میں داخل کی۔ برتن، پردے، گُل دان، تخت اور کرسی تک نہ چھوڑی۔

جو کنیزیں اسے ڈھونڈ رہی تھیں ان پر بھی اس نے ہاتھ صاف کیا۔ جس کے جسم پر جو زیور نظر آیا غائب کیا۔ ساتھ ہی وقفے وقفے سے کہتا جاتا۔ ”میں جاتا ہوں۔ میں جا رہا ہوں۔“ کنیزیں ہر طرف گھبرا گھبرا کر دیکھتیں اور جب کوئی بھی نظر نہ آتا تو چیخیں مارتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوتیں۔

کچھ ہی دیر میں عُمرو سب کا صفایا کرتا ہوا محل سے باہر نکل گیا۔ اس سارے میں دائی اپنا حصار ختم کر کے جا چکی تھی اور کنیزیں رو رو کر زعفران کو اپنے لُٹنے کا حال سنا رہی تھیں۔۔۔ ملکہ کو جب اندازہ ہو گیا کہ عُمرو محل کے باہر جا چکا ہے تو اس کے جادُو سے ایک پرندہ پیدا کیا اور اسے حکم دیا عُمرو جس جگہ پہنچ کر ظاہر ہو مجھے آ کر خبر دے۔“ پرندہ اڑتا ہوا نکلا اور عُمرو کو ڈھونڈنے لگا۔

ایک مقام پر عُمرو نے چادر اتار کر ملکہ کے سپاہی کا بھیس بھرا اور شہر کی سمت چل دیا۔ پرندے نے اسے دیکھ لیا۔ پلٹ کر اس نے زعفران کو خبر دی۔ وہ فوراً اڑتی ہوئی اس کے ساتھ چلی۔ اس وقت عُمرو راستہ چھوڑ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھا سستا رہا تھا۔ پرندہ ملکہ سے کچھ آگے بڑھ کر چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔ جلد ہی اسے عُمرو نظر آ گیا۔ درخت کے اوپر چکّر لگاتے ہوئے وہ چلّانے لگا۔ "عُمرو یہاں ہے۔ عُمرو یہاں ہے۔" ملکہ فوراً اس کی طرف پنجہ بن کر جھپٹی۔ مگر پرندے کی آواز عُمرو نے بھی سن لی تھی۔ خطرے کی بُو محسوس کرتے ہی اس نے چادر اوڑھ لی اور جدھر منہ اُٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔ عُمرو کو غائب پا کر ملکہ نے پھر پرندے کو اس کا پتا لگانے کا حکم دیا۔ عُمرو نے چادر اوڑھے اوڑھے ایک جادُوگر کا بھیس بھرا اور چادر اتار کر قریب کے مکانوں کی طرف چلنے لگا۔ طلِسمی پرندہ آسمان سے جھپٹا اور اس کے اوپر چکّر لگا کر ملکہ زعفران کی سمت چلا۔ عُمرو سمجھ گیا کہ یہی ملکہ کو میری اطلاع دیتا ہے۔ وہ عیّاری کی چادر سر پر رکھ کر ایک ویرانے کی طرف چل دیا اور بستی میں جانے کا خیال دل سے ترک کر دیا۔

کچھ دیر بعد ایک مقام پر اسے تنگ دہانے کا ایک غار نظر آیا۔ وہ اس کے اندر چلا گیا۔ دہانے پر کرامتی جال لگا کر اس نے چادر اتار دی اور لیٹ کر آرام کرنے لگا۔ طلِسمی پرندہ تو پیچھے لگا ہی ہوا تھا، جیسے ہی اس نے چادر اتاری، پرندے کو اس کا پتا چل گیا۔ وہ غار پر چکّر کاٹ کر سیدھا ملکہ کے پاس پہنچا اور اسے عُمرو کے ٹھکانے کا پتا بتا دیا۔ زعفران اُڑتی ہوئی غار کے دہانے پر پہنچی اور للکارتے ہوئے بولی۔ ”او مکّار! اب تو بچ کر کہاں جائے گا؟“

عُمرو اس کی آواز سن کر اندر سے پکارا۔ ”تجھے تیری موت گھسیٹ لائی ہے۔ اندر آئی تو خُدا کی قسم تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔“ زعفران نے مشتعل ہو کر غار کے اندر چھلانگ لگا دی لیکن دوسرے ہی لمحے کرامتی جال میں الجھ کر بے بس ہو گئی۔ عُمرو اسے اسی حالت میں لیے ہوئے غار سے باہر نکلا۔ اسی وقت کچھ طلِسمی پُتلے زمین سے نکلے اور ”ہماری ملکہ کو چھوڑ دو۔ ہماری ملکہ کو چھوڑ دو۔“ کہتے ہوئے عُمرو کی طرف بڑھے۔

عُمرو نے للکارا ”خبر دار! اگر کوئی میرے قریب آیا تو زعفران کا گلا گھونٹ دوں

گا۔" پتلے ڈر کر ہٹ گئے۔

عُمرو شہر کی طرف روانہ ہوا۔ کچھ پُتلے بھاگ کر زعفران کی دائی کے پاس گئے۔ کچھ اس کے پیچھے پیچھے چل دیے۔ تھوڑی دیر میں ملکہ کی دائی ایک لشکر کا لشکر ساتھ لے کر وہاں آ پہنچی اور عُمرو کو دھمکانے لگی۔ عُمرو نے اُنہیں بھی للکارا۔ "خبر دار! قریب مت آنا۔ ورنہ ملکہ کو مار ڈالوں گا۔"

وہ سب عُمرو سے دُور دُور رہے مگر اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ تنگ آ کر اس نے فیصلہ کیا کہ زعفران کو ہلاک ہی کر دینا چاہیے ورنہ نہ قلعے سے باہر جانے کے راستے دکھائی دیں گے نہ دشمنوں سے جان چھوٹے گی۔

اس وقت تک وہ شہر کے بازار میں داخل ہو چکا تھا۔ اس کے پیچھے تھوڑے ہی فاصلے پر دُشمنوں کا ہجوم تھا۔ ملکہ کی سلامتی کے ڈر سے کوئی بھی عُمرو پر جادُو نہ کرنا چاہتا تھا اور عُمرو کے لیے بھی اس کا کوئی موقع نہ تھا کہ زعفران کو ہلاک کرے۔ ایسا کرنے کا ارادہ کرتے ہی اس پر ہر طرف سے جادُو کے وار ہو سکتے تھے۔

اتفاق سے اس وقت ایک حلوائی گھی کے کڑھاؤ میں پوریاں تل رہا تھا۔ عُمرو نے

اسے تاڑ لیا اور جیسے ہی اس کے قریب پہنچا، جست لگا کے اوپر کو اُٹھا۔ پھر جال کو جھٹکا دے کر اس طرح اُلٹا کہ ملکہ زعفران سیدھی کڑکتے ہوئے کڑھاؤ میں جا گری۔ اس کے بعد وہ عیّاری کی چادر اُوڑھ کر سب کی نگاہوں سے رُوپوش ہو گیا۔

یہ دیکھ کر عُمرو کا پیچھا کرنے والوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اُدھر ملکہ زعفران جادُو کڑھاؤ میں جل کر کوئلہ ہو گئی۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا اور شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ پھر تو شہر میں بھگدڑ مچ گئی۔ پیچھا کرنے والے ہتھیار، پگڑی، ٹوپی اور جوتیاں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ دکان دار دکانیں کھلی چھوڑ کر غائب ہو گئے۔ راہ گیر اور خریدار پوٹلیاں اور جھولیاں سڑکوں پر پھینک کر نو دو گیارہ ہوئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارے شہر کی سڑکیں اور گالیاں سنسان ہو گئیں۔

عُمرو کو اب کوئی کھٹکا نہ تھا۔ اس کی ہیبت سب پر چھا چکی تھی اور زعفران جادُو کے ہلاک ہو جانے کی وجہ سے شہر کے دروازوں کو جن طِلسمی دیواروں نے ڈھانپ لیا تھا، وہ غائب ہو چکی تھیں۔ اب اسے کوئی نہ روک سکتا تھا۔ بے فکر ہو کر اس نے بازار کی ساری دُکانیں لوٹ لیں۔ جو چیز بھی قیمتی یا معمولی سامنے پائی، اٹھا کر

زنبیل میں ڈال لی۔ حتیٰ کہ صراف سے لے کر کپڑے کی دُکان تک اور کریانہ سے لے کر منہاری کے سامان کی ایک دکان باقی نہ چھوڑی۔

اور کوئی ہوتا تو اتنے ہی مال کو بہت جانتا مگر عُمرو کا دل کیسے مانتا۔ بازار سے نکل کر اس نے امیروں کے محلے کا رُخ کیا۔ ایک حویلی کے سامنے کھڑے ہو کر للکارا۔ ”میں نے زعفران جادُو کو کڑھاؤ میں تل کر ہلاک کیا ہے۔ اے حویلی کے رہنے والو! اپنی اور اپنے بال بچوں کی خیر خیریت چاہتے ہو تو جو مال ہو کھڑکی سے باہر پھینک دو۔“

عُمرو کی دہشت ویسے ہی پھیل چکی تھی۔ اب جو اس کی یہ آواز حویلی والوں نے دروازے کے سامنے سنی، نقدی اور زیور کُوڑے کی طرح اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ اس طرح امیروں کے پورے محلے کو لوٹ کر عُمرو قلعے سے باہر نکل گیا۔

بختیارک کی خُوش قسمتی

یہ بیان ہو چکا ہے کہ افراسیاب نے فطین جادُو کی ناکامی کے بعد صرصر کو عُمرو کی گرفتاری کے لیے بھیجا تھا اور اس کے بعد شگوفہ جادُو کو بھی روانہ کر دیا تھا۔

صرصر اور شگوفہ پہلے تو الگ الگ عُمرو کو ڈھونڈتی رہی۔ پھر اتفاقاً دونوں یک جا ہو گئیں۔ انہوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ اب دونوں ساتھ رہ کر ہی اس کام کو انجام دیں گی۔

عُمرو زعفران کے قلعے سے نکل کر دریائے خونِ رواں کی طرف چل دیا تھا، اس اُمّید پر کہ شاید کوئی صورت پار جانے کی نکل آئے۔ وہ چلتے چلتے ایک مقام پر گھنی جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر سستانے لگا۔ اسی موقع پر صرصر اور شگوفہ جادُو اُسے ڈھونڈتی ہوئی ادھر آ نکلیں۔ صرصر کی جیسے ہی اس پر نظر پڑی، شگوفہ سے

کہنے لگی ”لو بہن! وہ رہا عُمرو۔“

اتنے میں عُمرو نے بھی اُنہیں دیکھ لیا اور بھاگنے کی فکر کرنے لگا۔ صرصر نے بھانپ لیا۔ فوراً تلوار کھینچ کر اس پر جھپٹی۔ عُمرو موقع نازک پا کر پھُرتی سے جھاڑی کے اندر گھس گیا اور اندر ہی اندر چلتا ہوا ایک غار میں جا پہنچا۔

صرصر اسے جھاڑیوں میں ڈھونڈنے لگی۔ شگوفہ بھی اس کے پاس جا پہنچی۔ دونوں جھاڑیاں کھنگالتی ہوئی غار کی طرف بڑھنے لگیں۔ عُمرو نے عیّاری سے ایک اژدہا بنایا اور جیسے ہی وہ دونوں قریب آئیں، اژدھے کو اچانک غار کے دہانے کے آگے کھسکا دیا۔ اژدھے کی آنکھوں سے شعاعیں پھُوٹ رہی تھیں اور منہ سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی دونوں دہشت زدہ ہو کر الگ الگ سمت بھاگ کھڑی ہوئیں۔ عُمرو یہی چاہتا تھا۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ بھی غار سے نکل بھاگا۔

شگوفہ ٹھیری جادُو گرنی۔ عیّاروں جیسا دم خم کہاں سے لاتی، گھبراہٹ میں تیز دوڑی تو جلد ہی سانس پھول گیا۔ تھک کر ایک جگہ سستانے لگی۔ عُمرو اپنی راہ پر

اُڑا چلا جا رہا تھا کہ دُور سے اس کی نظر شگوفہ پر پڑ گئی۔ وہ ہوشیاری کے ساتھ اس کی طرف پلٹ پڑا۔ شگوفہ آخر وقت تک نہ اسے دیکھ سکی، نہ اس کے پیروں کی آہٹ ہی سن سکی۔ قریب پہنچ کر عُمرو نے اچانک اس کے منہ پر بے ہوشی کا غبارہ کھینچ مارا۔ اسے ایک چھینک آئی اور وہ بے ہوش ہو کر ڈھیر ہو گئی۔

عُمرو نے جلدی جلدی اپنا بھیس بالکل اس جیسا بنایا اور اس کا بھیس اپنا جیسا کر دیا۔ اس کے بعد چادر میں لپیٹ کر اپنی پیٹھ سے باندھ لیا اور صرصر کو تلاش کرنے لگا۔

صرصر جلد ہی مل گئی۔ یہ معلوم کر کے اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا کہ شگوفہ نے عُمرو کو گرفتار کر لیا ہے، دونوں قہقہے لگاتی اور چہلیں کرتی ہوئی افراسیاب کی طرف چل دیں۔ افراسیاب نے ان دونوں کو عُمرو کے پکڑ لانے پر مامور تو کر دیا تھا مگر اس کا دل نہ مانتا تھا کہ وہ کامیاب ہو سکیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب نقلی شگوفہ نے نقلی عُمرو کو لے جا کر اس کے سامنے پیش کیا اور صرصر نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو افراسیاب بہت خوش ہوا۔ ایک بہت بڑا بوجھ اسے اپنے سر سے ٹلتا محسوس ہوا۔

اس وقت خمار کی بہن ملکہ مخمور جادُو وہاں موجود تھی۔ افراسیاب نے اسے حکم دیا۔ ”اے مخمور! اسی وقت اُڑ کر خُداوند لقا کے پاس جا پہنچ۔ اگر ان کا وزیر بختیارک یہاں کے لیے روانہ ہو چکا ہے تو خیر ورنہ خداوند سے درخواست کر کے ساتھ لیتی آؤ۔ اس کے استقبال کے لیے میں ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں خود موجود رہوں گا۔“

ملکہ مخمور کا دل تو نہ چاہتا تھا مگر حکم کی تعمیل کے لیے مجبور ہو گئی۔ بجھے ہوئے دل سے اس نے رُخصت ہونے کی اجازت لی اور جادُو کے پر اپنے بازوؤں میں پیدا کر کے انتہائی تیز رفتاری سے اڑتی ہوئی کوہِ عقیق کی سمت روانہ ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد افراسیاب نقلی شگوفہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی خوب خوب تعریف کی اور انعام واکرام سے نوازنے کے بعد اپنی منتظمِ خاص کا منصب عطا کرتے ہوئے حکم دیا:

”بختیارک شام تک یقیناً آجائے گا۔ میں جا کر ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں اس کے اِستقبال کے لیے ٹھہرتا ہوں۔ تم یہاں عُمرو کی حفاظت بھی کرو اور بختیارک کی

دعوت کا انتظام بھی کرو۔ امید ہے کہ تم اس کا پورا پورا خیال رکھو گی کہ سجاوٹ کھانے پینے اور جشن میں ایسی کوئی بات نہ ہو جو خداوند کے وزیر کی پسند کے خلاف ہو۔"

نقلی شگوفہ یعنی خواجہ عُمرو کو اس سے بہتر اور کیا چاہیے تھا۔ افراسیاب کی عنایت کا قصیدہ پڑھنے کے بعد اس نے یقین دلایا۔ "حضور اطمینان رکھیں۔ کنیز پر جس درجہ اعتبار فرمایا ہے اس سے زیادہ ہی خوش انتظامی ملاحظہ فرمائیں گے۔"

کچھ دیر بعد افراسیاب ملکہ حیرت کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گیا۔ نقلی شگوفہ، دعوت، آرائش اور محفل کے انتظام میں لگ گئی۔

اُدھر لقا کے دربار میں شیر اور عقاب وغیرہ پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ افراسیاب کا خط دیکھ کر لقا نے بختیارک کو جانے کی اجازت دے دی تھی مگر وہ ایک ہی کائیاں تھا۔ صاف ٹال گیا۔ اسے اس بات کا یقین ہی نہ ہوا تھا کہ افراسیاب عُمرو کو گرفتار کر سکتا ہے یا گرفتار کر کے زیادہ دیر تک اسے اپنی قید میں رکھ سکتا ہے۔

آخر جب ملکہ مخمور وہاں پہنچی اور اسے یقین دلایا کہ عُمرو گرفتار ہو چکا ہے تو وہ چلنے

کے لیے رضا مند ہو گیا۔

افراسیاب کی ہدایت کے مطابق لشکر گاہ سے طلِسم ہوش رُبا کی سرحد تک وہ شیر پہ سوار ہو کر چلا اور اس کے بعد عُقاب پر جا بیٹھا۔ ملکہ مخمور اس کے ساتھ رہی لیکن عُمرو کو اپنی بہن خمار کے قبضے سے چھڑانے کے بعد اس کا حال تبدیل ہو تا جا رہا تھا۔ پہلے اس نے عُمرو سے صرف خُوف محسوس کیا تھا۔ اب اس کا دل رہ رہ کر افراسیاب سے بے زار اور عُمرو، مہ رُخ اور امیر حمزہ کا حامی ہو تا جا رہا تھا۔ تاہم ابھی وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی تھی۔

ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں بختیارک کا شان دار استقبال کیا گیا۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرنے کے بعد افراسیاب اسے اور ملکہ حیرت کو ساتھ لے کر باغِ سیب کی طرف چل دیا۔

وہاں نقلی شگوفہ نے ان کا اتنے شان دار طریقے پر استقبال کیا اور جشن گاہ کو اتنی خوب صورتی سے آراستہ کرایا کہ افراسیاب اور بختیارک عش عش کر اٹھے۔ کھانے پینے کی ساری چیزی نقلی شگوفہ نے خاص طور پر اپنی نگرانی میں تیار کرائی

تھیں اور ہر چیز میں خود اپنے ہاتھ سے خاص قسم کے مسالے ڈالے تھے۔ اب یہ بات آپ خود سمجھ جایئے کہ ان مسالوں میں کیا چیز شامل کی گئی ہو گی۔

سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو نقلی شگوفہ نے آگے بڑھ کر افراسیاب سے دست بستہ عرض کیا۔ ”عالی جاہ! ناچیز کی رائے ہے کہ پہلے کچھ کھا پی کر سفری تھکن دُور کیجیے، اس کے بعد عُمرو کی قسمت کا فیصلہ کیجیے۔ اس کے بعد ناچ گانے کی محفل سجے گی۔“

افراسیاب نے خوش ہو کر کہا۔ ”شاباش! اچھی ترتیب پیش کی ہے۔“

بختیارک کو یہ بات پسند نہ آئی۔ بول اُٹھا۔ ”اے شاہ ذی جاہ! مجھ پر کرم کیجیے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ مجھے رُخصت دیجیے۔ کھانے پینے کی خواہش ختم ہو گئی ہے۔ زندہ بچ نکلنے کی آس کم ہو گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عُمرو گرفتار ہو چکا ہے۔“ یہ کہہ کر اس نے ٹوپی اتار کر اپنا سر دکھاتے ہوئے کہا۔ ”دیکھ لیجیے، ان کی جوتیاں کھا کھا کر سر گنجا ہو گیا ہے۔ اب اور کھانے کی سکت نہیں۔ بس بندے کو اسی وقت روانہ کیجیے۔ پھر جو آپ کے دل میں آئے، شوق سے کیجیے۔“

افراسیاب اس کی بُزدلی اور چکنی کھوپڑی دیکھ کر بہت ہنسا، پھر تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "ملک جی! بے شک عُمرو ایسا ہی ہے کہ آپ اس سے ڈریں مگر اطمینان رکھیے، اب وہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اچھا ایسا کیجیے۔ میں اسے بُلواتا ہوں۔ اپنے ہاتھوں اس کا کام تمام کیجیے۔ اس کے بعد اطمینان سے طعام نوش کیجیے۔" یہ کہہ کر اس نے شگوفہ کو حکم دیا۔ "عُمرو کو ملک جی کے سامنے پیش کر دو۔"

نقلی شگوفہ نے سر جھکایا۔ تیزی کے ساتھ جشن گاہ سے نکل گئی۔ چند لمحوں بعد وہ نقلی عُمرو کو لیے واپس آئی اور بختیارک کے سامنے فرش پر ڈال دیا۔ نقلی عُمرو یعنی اصلی شگوفہ جادُو بدستور بے ہوش تھی۔ افراسیاب نے کہا۔ "اسے ہوشیار کرو۔ ذرا ملک جی اس سے دو دو باتیں تو کر لیں۔"

بختیارک اِکبارگی بول پڑا "ہرگز ایسا نہ کرنا۔ مجھے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔ یاد رکھو اگر وہی ہوئے اور ہوشیار ہو گئے تو اس محفل میں کسی کی خیر نہیں۔" یہ کہہ کر وہ اپنی کرسی سے اچھل کر نیچے آیا اور نقلی عُمرو کی آنکھ کھول کر غور سے دیکھنے

لگا۔ جلد ہی وہ چیخنے لگا ”یہ ہرگز عُمرو نہیں ہے۔ آنکھ میں تِل نہیں ہے۔ تیّار ہو جاؤ۔ اب اس محفل پر مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔ وہ دل کھول کر سب سے انتقام لیں گے۔ بے شک وہ یہیں کہیں موجود ہیں۔ جلوہ دکھانے ہی والے ہیں۔“

افراسیاب نے بھی چونک کر نقلی شگوفہ کی طرف دیکھا۔ اس نے فوراً بات بنائی۔ ”عالی جاہ! جب میں نے اسے گرفتار کیا تو اس نے آنکھ میں سلائی پھیرتے ہوئے مجھے دھمکی دی تھی کہ میں نے اپنی خاص نشانی غائب کر دی ہے۔ شک میں چھوڑ دیا جاؤں گا اور سخت سے سخت بدلہ لوں گا۔“

افراسیاب اس کی اس بات سے مطمئن ہو گیا اور بختیارک سے بولا ”ملک جی! شگوفہ کی یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ ایک بار پہلے بھی عُمرو خود کو بے گناہ آدمی ظاہر کر کے مجھے دھوکا دے چکا ہے۔ جلد ہی اس کا کام تمام کر دیجیے۔“ بختیارک سوچتا ہوا اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔

اس عرصے میں خدمت گار طشتوں میں شربت کے گلاس لیے ہوئے جشن گاہ میں داخل ہوئے۔ افراسیاب اور بختیارک سمیت سب نے شربت پیا۔ نقلی

شگوفہ نے اس شربت میں بھی خاص مال ملایا تھا۔

شربت پیتے ہی افراسیاب نے ایک جلّاد کو نقلی عُمرو کی گردن جدا کرنے کا اشارہ کیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بختیارک کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکے گا اور اب اس معاملے کو وہ زیادہ دیر نہ ٹالنا چاہتا تھا۔ جلّاد نے آگے بڑھ کر تلوار کا ایک تُلا ہوا ہاتھ نقلی عُمرو کی گردن پر مارا۔ سر اُچھل کر دھڑ سے دُور جا گرا۔

دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ آندھیاں چلنے لگیں۔ رونے پیٹنے کی طِلسمی آوازیں گونجنے لگیں۔ بعد کچھ دیر کے خاموشی پیدا ہوئی۔ اندھیرا جاتا رہا اور دردناک لہجے میں کوئی پُکارا۔ ”صد حیف! مجھے ہلاک کیا۔ میرا نام شگوفہ جادُو تھا۔“

لیکن جشن گاہ کے اندر اور باہر عُمرو کے علاوہ اس آواز کو اور کوئی نہ سُن سکا۔ سب لوگ شربت پی چکے تھے اور شربت نے سب کو بے ہوش کر دیا تھا۔ یہ ضرور ہوا کہ جس تخت پر افراسیاب اور ملکہ حیرت بیٹھے ہوئے تھے، اس کے گرد نہ نظر آنے والا ایسا طِلسمی حصار بن گیا تھا کہ عُمرو نہ تو اس کے اندر جا سکتا تھا نہ باہر سے

کوئی چیز اندر پھینک سکتا تھا۔

چند ناکام کوششوں کے بعد عُمرو نے افراسیاب اور ملکہ حیرت پر ہاتھ صاف کرنے کا خیال چھوڑ دیا اور جشن گاہ کو لُوٹنے کی طرف متوجہ ہوا۔ پہلے حاضرین میں سے ہر ایک کی جیب صاف کی۔ زیور اور قیمتی کپڑے اتارے، آرائش کی چیزیں سمیٹیں۔ پردے، قالین، حتیٰ کہ برتن تک زنبیل میں ڈالے۔ اس کے بعد لوگوں کے حُلیے بگاڑنے لگا۔

کسی کی ایک مونچھ اڑا دی، کسی کی آدھی داڑھی، کسی کے ابرو مونڈ دیے، کسی کے منہ پر کالک مل دی۔ جادُوگرنیوں میں سے کسی کا سر مونڈھ دیا تو کسی کے داڑھی مونچھیں لگا کر مرد بنا دیا۔ کسی کو لنگوٹی پہنا کر ڈگ ڈگی ہاتھ میں دے دی۔ کسی کو بھنگی بنا کر اس کے ہاتھ میں جھاڑو تھما دی۔ کسی کو چھت میں باندھ کر اُلٹا لٹکا دیا۔ کسی کے جسم پر بھبھوت مل کر جٹا دھاری سادھو بنا دیا۔

اخیر میں اس نے بختیارک کو ہوشیار کیا اور خنجر ہاتھ میں لے کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اب وہ اپنی اصلی حالت میں تھا۔ بختیارک نے جو اس پر نگاہ کی اور

ساری محفل کو سنّاٹے میں پایا تو ہاتھ جوڑ کر اس کے پیروں پر گِر گیا۔ گڑ گڑا کر کہنے لگا۔ ”اے خواجہ عُمرو! میں تو آپ کے غلاموں کا غلام ہوں۔ مدّت سے زیارت کو ترستا تھا۔ آپ کا لاکھ لاکھ احسان کہ رحم فرما کر جلوہ دکھایا۔ اب جو حکم دیجیے بجالاؤں۔“

عُمرو نے ٹوپی اس کے سر سے ہٹائی اور جوتی اُتار کر زور سے لگائی۔ بختیارک کا بھیجا ہل گیا مگر سر کو سہلاتے ہوئے خوشامد کرنے لگا۔ ”واہ وا! زہے نصیب، میری قسمت جاگ اُٹھی جو آپ جیسی ہستی سے جوتی کھائی۔ بس اب میرے بھاگ پھر گئے۔ یہی تمنّا لیے ہوئے تو کوہِ عقیق سے یہاں پہنچا تھا۔ اتنی جلدی کس کی مراد پوری ہوتی ہے۔ میرا سر اور آپ کی جوتی۔ بھلا مجھ سے زیادہ خوش قسمت اور کون ہو گا۔“

اپنے دشمن سے یہ خُوشامد کی باتیں سن کر عُمرو کے جی میں آئی کہ اس کی اِس خوش قسمتی میں بے حساب اضافہ کرتا چلا جائے مگر وقت کم تھا خنجر اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے ڈانٹ کر کہا۔ ”ایسا ہی میرا عقیدت مند ہے تو لے۔ اس خنجر سے

ان بے ہوش جادوگروں کو ہلاک کر۔"

بختیارک کے لیے یہ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات تھی مگر اِنکار کی جرأت کیسے کر سکتا تھا، کہنے لگا "واہ! کیوں نہیں قتل کروں گا۔ ضرور کروں گا۔ یہ سب ہیں ہی اس قابل۔ بھلا میرے پیر و مُرشد کے گرفتار ہونے کی خوشیاں منائیں اور سزا نہ پائیں۔ میرے بس میں ہو تو پورے طلِسم ہوش رُبا کو جلا کر خاک کر دوں۔ خواجہ عُمرو کی شان میں بے ادبی کی اس سے کم سزا نہیں ہو سکتی۔"

بختیارک باتیں ہی بناتا چلا گیا۔ عُمرو تاڑ گیا کہ اس سے اس کا مقصد یہ ہے کہ وقت گزرتا جائے اور بے ہوش جادُوگروں کو ہوش آ جائے۔ ایک زور دار تھپڑ اس کے گال پر جڑتے ہوئے اس نے کہا۔ "کام شروع کر، ورنہ سب سے پہلے تیرا ہی قیمہ بناؤں گا۔"

بختیارک ڈر گیا اور مجبوراً کانپتے ہاتھوں سے بے ہوش جادُوگروں کے گلے کاٹنے لگا۔ آندھیاں چلنے لگیں۔ تاریکی چھا گئی اور قتل ہونے والوں کی موت کا اعلان ہونے لگا۔ عُمرو نے بھی تلوار نکال لی اور اس ہنگامے میں راہ میں ٹکرانے والے

جادُوگروں کو قتل کرتا ہوا تیزی کے ساتھ باغِ سیب کے باہر نکل گیا۔

ادھر جشن گاہ میں بختیارک یہ سمجھتے ہوئے کہ عُمرو اس کے سر پر موجود ہے۔ برابر جادُو گروں کو ہلاک کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد افراسیاب کی بے ہوشی دُور ہو گئی۔ وہ ہر طرف اندھیرا اور موت کا شور و ہنگامہ دیکھ کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ منتر پڑھ کر اس نے تالی بجائی تو دم کے دم میں تاریکی جاتی رہی۔ کیا دیکھتا ہے کہ جشن گاہ ویران ہے۔ نہ محفل ہے نہ محفل گاہ کا سامان ہے۔ سارے لوگ عجیب عجیب سوانگ میں فرش پر پڑے ہیں۔ کچھ تڑپ رہے ہیں اور کچھ بے ہوش پڑے ہیں۔ بختیارک ہاتھ میں خنجر لیے باقیوں کو ہلاک کر رہا ہے۔

افراسیاب کو شک گزرا کہ یہ بختیارک ہی دراصل عُمرو ہے جبھی میرے سرداروں کو قتل کر رہا ہے۔ ساتھ میں ہنٹر لے کر اس پر پل پڑا۔ بختیارک سمجھا کہ عُمرو اب افراسیاب کے بھیس میں اسے مار رہا ہے۔ ہنٹر کھا کھا کر تڑپتا جاتا اور کہا جاتا:

”واہ پیر و مرشد! افراسیاب کے بھیس میں آپ خوب جچتے ہیں اور ان ہنٹروں کا مزہ تو جُوتی سے بھی بڑھ کر ہے۔ اب میری قسمت اور چمک اُٹھے گی۔“

یہ باتیں سن کر افراسیاب چکّر میں آ گیا۔ ہنٹر پھینک کر تخت پر گیا اور کتابِ سامری اٹھا کر بختیارک کی حقیقت معلوم کی۔ پتا چلا کہ یہی اصلی بختیارک ہے اور عُمرو باغِ سیب سے نکل کر روپوش ہو چکا ہے۔ اس نے بختیارک سے کہا۔ "معاف کیجیے ملک جی! میں آپ عُمرو سمجھا تھا۔ وہ مکّار یہاں سے بھاگ گیا ہے۔ آیئے تشریف رکھیے۔"

یہ کہہ کر اس نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ جشن گاہ میں بوندیں برسنے لگیں۔ ان کے اثر سے جتنے لوگ زندہ اور بے ہوش بچے تھے، ہوشیار ہو کر اُٹھ بیٹھے۔ سب ایک دوسرے کا سوانگ دیکھ کر ہنسنے لگے۔ افراسیاب کو بھی ہنسی آ گئی۔ بختیارک نے جل کر کہا۔ "میں نے زندگی بھر کسی کو اپنی ذلّت پر خود اس طرح ہنستے نہیں دیکھا۔ یہ حال آپ ہی لوگوں کو مبارک ہو۔ اچھی دعوت کی۔ جوتی کِھلائی۔ تھپّڑ کھلائے۔ ہنٹر برسائے۔ اب اور کیا چیز باقی رہ گئی ہے۔ اسی لیے میں نہ آ رہا تھا۔ بس اب جلدی مجھے خداوند کے پاس بھجوا دیجیے۔ جان تو بچے گی وہاں۔ لکھ لیجیے اب عُمرو طلِسم باطن کو تباہ کیے بغیر نہ چھوڑے گا۔ ایک لمحہ آپ لوگوں کو چین

سے نہ بیٹھنے دے گا۔"

لاچار افراسیاب نے بختیارک کو جادُوئی عقاب پر سوار کرا کے کوہِ عقیق کی طرف بھیج دیا اور اس کے بعد صرصر کو آواز دی۔ اسی نے نقلی عُمرو کے اصلی ہونے کی تصدیق کی تھی جس کی وجہ سے اس نے کتاب سامری دیکھ کر حقیقت جاننے کی ضرورت نہ سمجھی تھی۔ اس وقت اسے بختیارک کے سامنے جو ندامت ہوئی تھی اس کے غصّے میں وہ اسے بھی سزا دینا چاہتا تھا۔

صرصر جشن کام میں موجود تھی اور سب لوگوں کے ساتھ وہ بھی بے ہوش ہو گئی تھی۔ لیکن جب افراسیاب نے بارش برس کر اہلِ محفل کو ہوشیار کیا تھا تو وہ معاملے کا اندازہ لگا کر وہاں سے کھسک گئی تھی۔

افراسیاب نے اسے محفل میں نہ پایا تو غصّے میں آ کر ایک طلسمی پنجے کو اُسے اٹھا لانے کا حکم دیا۔ وہ باغِ سیب کے احاطے میں ہی کسی جگہ چھپ رہی تھی۔ طلسمی پنجہ آناً فاناً اس تک پہنچ گیا اور لے جا کر شہنشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔

افراسیاب پہلے ہی ہنٹر لیے بیٹھا تھا۔ جیسے ہی وہ سامنے آئی شڑاپ شڑاپ ہنٹر

برسانے لگا۔ وہ ملکہ حیرت کی دہائی دینے لگی اور معافی مانگتے ہوئے اپنی سابقہ خدمات کا حوالہ دینے لگی۔

بالآخر ملکہ حیرت کی سفارش سے اس شرط پر افراسیاب نے صرصر کو معاف کیا کہ وہ اسی وقت باغِ سیب کے باہر جائے اور عُمرو کو گرفتار کر کے لائے۔ صرصر نے یہ شرط منظور کرلی اور عُمرو کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔

کچھ دیر بعد ملکہ حیرت جادُو بھی افراسیاب سے رخصت ہو کر اپنی چھاؤنی کو چل دی۔ جاتے وقت اس نے افراسیاب سے درخواست کی۔ ”باغیوں کی سرکوبی کے لیے بھی کسی کو جلد روانہ کیجیے۔ ان کے حوصلے بڑھتے جارہے ہیں۔“

افراسیاب نے وعدہ کیا اور بڑی سوچ بچار کے بعد ایک زبردست جادُوگر بادشاہ ببران کو مہ رُخ کے مُقابلے پر جانے کا حکم دیا۔ وہ روانہ ہو گیا تو افراسیاب نے ایک خط مصوّرِ جادُو کے نام لکھا۔ مضمون یہ تھا ”آپ نے اس سے پیشتر باغیوں کے خاتمے کا ارادہ کیا تھا مگر معاملے کو اس درجہ بگڑا ہوا نہ سمجھ کر میں نے جناب کو روک دیا تھا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ باغی طلِسم ظاہر میں اور عُمرو طلِسم باطن

میں حد سے گزرتا جارہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اب جناب تشریف لائیں۔ ہم دونوں میں سے آپ کو طِلِسم باطن اور ایک کو طِلِسم ظاہر میں رہ کر دُشمن سے نپٹنا ہو گا۔ اس کے سوا کوئی دوسری صورت کار گر ہوتی نظر نہیں آتی۔ لہٰذا جیسا مناسب سمجھیں فیصلہ کریں۔ میں منتظر ہوں۔"

افراسیاب کا یہ خط ایک طِلِسمی پرندے نے مصوِّر جادُو کے پاس پہنچایا اور اس کا جواب لا کر افراسیاب کو پیش کر دیا۔ مُصوِّر جادُو نے لکھا تھا۔ "ہر چند کہ خاندان کے اعتبار سے میرا درجہ آپ سے بُلند ہے۔ مگر آپ شہنشاہِ طِلِسم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی مشکل آسان کرنا میرا فرض ہے۔ آپ طِلِسم باطن ہی میں رہیں اور عُمرو کا بندوبست کریں۔ میں چند ہی دنوں کے اندر طِلِسم ظاہر کو روانہ ہوتا ہوں اور جا کر باغیوں کی خبر لیتا ہوں۔"

مُصوِّر جادُو کے اس خط سے افراسیاب کو اِطمینان حاصل ہوا۔ عُمرو کے بارے میں سوچتے ہوئے اسے خیال ہوا کہ گو صرصر اس کی فکر میں جا چکی ہے لیکن کسی جادُوگرنی کو بھی اس کی مدد کے لیے روانہ کرنا چاہیئے تاکہ دونوں مل کر آسانی

سے عُمرو کو پکڑ لائیں۔ یہ سوچ کر اس نے خُمار جادو کو بھی صرصر اور عُمرو کی تلاش میں روانہ کر دیا۔

عُمرو باغِ سیب سے نِکل کر طلِسم باطن کی حد میں آوارگی کرنے لگا۔ کبھی وہ چادر عیّاری اوڑھ کر سب کی نگاہوں سے چھُپ جاتا، کبھی سینہ زوری دکھاتا اور جان بوجھ کر جادُوگروں کے سامنے کھانستا، کھنکارتا گزر جاتا۔ جو اسے پہچان نہ سکتے وہ محض دیکھ کر رہ جاتے اور جو پہچان لیتے، اس کی ہیبت اور شہرت سے خائف ہر کر اِدھر اُدھر کھسک جاتے۔ کسی کو اسے روکنے ٹوکنے کا حوصلہ نہ ہوتا۔

پھرتے پھراتے وہ ایک گاؤں میں جا پہنچا۔ وہاں ایک چوپال پر شادی کی محفل ہو رہی تھی۔ ایک جادُوگر دُولہا بنا ہوا تھا۔ دوسرا دف بجا بجا کر گا رہا تھا۔ شربت کا دُور چل رہا تھا۔ عُمرو کے دل میں آئی، اس محفل کو لُوٹنا اور جادُوگروں کو قتل کرنا چاہیے۔ جادُوگر کے بھیس میں وہ بھی محفل میں جا شریک ہوا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک ہی شخص سب کو شربت پلانے پر مامور ہے۔ چند لمحوں بعد اس نے شربت پلانے والے کو اشارے سے بُلایا اور کہنے لگا۔

”برابر والی گلی کے نکّڑ پر کوئی شخص تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ کہو تو وہاں پہنچا دوں، مگر سب کے سامنے میرے ساتھ نہ چلنا۔“

شربت پانے والا ہکّا بکّا ہو کر عُمرو کو دیکھنے لگا۔ عُمرو محفل سے نکل کر ایک جگہ اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ شربت پلانے والا فوراً محفل کو اس کے حال پر چھوڑ کر اس کے پاس جا پہنچا۔ قریب ہی ایک کھنڈر تھا۔ عُمرو دائیں بائیں نگاہ ڈالتا ہوا سیدھا اس کے اندر چلا گیا۔ شربت والا اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

موقع مناسب دیکھ کر عُمرو نے ایک مقام پر شربت پلانے والے کو بے ہوش کر دیا اور اس کا بھیس بنا کر محفل میں پہنچا۔ وہاں چالاکی سے کام لے کر اس نے شربت کے برتنوں میں بے ہوشی کا سفوف ملا دیا۔ پھر تو جس نے شربت پیا، تھوڑی ہی دیر میں دنیا سے غافل ہو گیا۔

عُمرو نے پہلے تو ان سارے بے ہوش جادُوگروں کی جیبوں سے نقدی اُڑائی، زیورات پر ہاتھ صاف کیا، محفل گاہ کی ہر قیمتی چیز زنبیل کے حوالے کی۔ اس کے بعد خنجر نکال کر جادُوگروں کو قتل کرنے لگا۔

اسی موقع پر صرصر اور خُمار جادُو بھی وہاں آ نکلیں۔ ان کا اصل مقصد عُمرو کو گرفتار کرنا تھا۔ صرصر پہلی نظر میں عُمرو کو پہچان گئی۔ خمار جادُو کو اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا "ملکہ! جادُو گر نظر آنے والا ہی عُمرو ہے۔ ابھی تک وہ ہمیں نہیں دیکھ سکا۔ جلد گرفتار کر لیجیے۔ کہیں وہ چوکنّا نہ ہو جائے۔"

خمار جادُو بھلا اس موقعے کو کیسے جانے دیتی۔ اِکبارگی پنجہ بن کر محفل میں گری اور عُمرو کو دبوچ کر لے اُڑی۔ پھر صرصر کے قریب پہنچ کر عُمرو کو زمین پر ڈالتے ہوئے اس نے کہا۔ "لو بُوا! یہ رہا تمہارا شکار۔"

صرصر نے تالی بجا کر عُمرو سے کہا "کیوں میاں عیّار! کیسا پکڑوایا۔" عُمرو بے بس تھا مگر اس کی زبان آزاد تھی۔ غصّے سے بولا۔ "جتنا جی چاہے خوش ہو لے لیکن ایسا انتقام لوں گا کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا اور خُمار کا پہلے تو صرف سر مونڈا تھا، اب کی کان نہ کاٹوں تو عُمرو نہ کہنا۔" یہ دھمکیاں سن کر صرصر کو سخت غصّہ آیا۔ اس نے ایک غبّارہ بے ہوشی کا اس کے منہ پر کھینچ مارا۔ عُمرو اپنے بدن کو نہ ہلا سکتا تھا، وار خالی نہ جا سکا۔ غبّارہ اس کی ناک پر لگ کر پھٹا اور وہ بے ہوش ہو

گیا۔ خُمار صرصرا اسے لے کر افراسیاب کے پاس جا پہنچیں۔

افراسیاب نے عُمرو کو ہوشیار کر کے کہا "کیوں او مکّار! تُجھے یہ دن بھی یاد تھا؟"

عُمرو نے نرم لہجے میں جواب دیا۔ "اے شہنشاہ! میرا کیا قصور ہے؟ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ مجھے خداوندِ لقا نے تیرے جادُو گروں کے لیے ملک الموت مقرر کیا ہے۔ پھر اگر طلِسم میں قتل وغارت کرتا ہوں تو کیا غلط کرتا ہوں۔"

افراسیاب نے کہا۔ "تُو نے بختیارک کے سامنے مجھے بڑا ذلیل کیا ہے۔ اب میں تیرا اور تیرے ساتھیوں کا سر کاٹ کر خداوندِ لقا کے پاک بھیجوں گا۔"

عُمرو نے جواب دیا "اے شہنشاہ! ذلّت اور بربادی تیری اور تیرے طلِسم کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔ اگر تو عزّت چاہتا ہے تو اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے۔ مسلمان ہو جا یا مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لے۔ شہزادہ بدیع الزّمان، شہزادہ اسد اور شہزادی مہ جبیں کو رہا کر دے۔ میں امیر حمزہ اور ملکہ مہ رُخ سے تیری صلح کرا دوں گا۔ لیکن اگر تو اپنی ڈھٹائی پر اڑا رہا تو لکھ لے میرا کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ میرے ساتھیوں کا۔"

افراسیاب نے خُمار جادُو کو حکم دیا۔ ''اس بدزبان کو ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں لے جا۔ میں وہیں آکر اسے اس کے ساتھیوں کے سامنے قتل کروں گا۔''

صرصر نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ ''حضور اسے ہر گز دریائے خونِ رواں کے اس پار نہ بھیجیے۔ ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں اس وقت اس کے شاگرد موجود رہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اسے حضور کے پہنچنے سے پہلے ہی چھڑا لے جائیں۔ پھر مشکل سے ہاتھ آئے گا۔''

افراسیاب نے کہا ''اچھا تو پھر جلّاد کو بُلاؤ۔ ابھی اور اسی وقت اس کا سر اُڑا دیا جائے۔ جھنجھٹ ہی ختم ہو۔''

ملکہ مخمور تو وہاں موجود تھی۔ وہ نہ چاہتی تھی کہ عُمرو قتل کر دیا جائے۔ اس نے تجویز پیش کی ''حضور کچھ دیر صبر کریں، بہتر یہ ہے کہ بختیارک کو بُلا کر ہمیں اس کے سامنے عُمرو کو قتل کریں تاکہ جو سُبکی ہو چکی ہے وہ دُور ہو اور اس کے دل میں حضور کی عزّت اور شان پھر سے قائم ہو۔''

افراسیاب کو یہ رائے بے حد پسند آئی۔ اس نے اسی وقت ایک خط لقا کے نام لکھا

جس میں اس سے درخواست کی گئی تھی کہ بختیارک شیطان کو روانہ فرمایئے۔ عُمرو پکڑا جاچکا ہے۔

افراسیاب نے چاہا کہ یہ خط ملکہ خُمار لے جائے مگر اس نے معذرت کرلی۔ اس پر ایک دوسری جادُوگرنی ملکہ نفیر جادُو اس خدمت پر مامور ہوئی۔ نفیر جادُو یہ خط لے کر جادوئی اُڑن تخت پر کوہِ عقیق کی طرف روانہ ہو گئی۔ عُمرو کے بارے میں افراسیاب نے خُمار جادُو کو حکم دیا "اے ملکہ! عُمرو کو تم نے گرفتار کیا ہے۔ جب تک بختیارک شیطان تشریف لائیں، اسے اپنی حفاظت میں رکھو اور جب حکم دیا جائے پیش کرو؟"

خُمار جادُو عُمرو کو اپنی حویلی میں لے گئی۔ چونکہ علاقہ طِلسم باطن کا تھا اور یہاں دشمن کے کِسی عیّار کے آنے کا کوئی امکان نہ تھا، اسی لیے عُمرو کو کہیں بند کرنے کی بجائے صرف بے ہوش اور بے حس رکھنا ہی کافی سمجھا اور اپنی آرام گاہ کے ایک کونے میں فرش پر لٹادیا۔ زیادہ احتیاط کی خاطر اس نے اپنی بہن ملکہ مخمُور کو بھی اپنے پاس بلا لیا اور یہ طے کیا کہ اگر ایک کسی ضرورت سے باہر جائے تو

دوسری وہاں موجود رہے اور عُمرو پر نظر رکھے۔

مخمُور کو عُمرو کا قتل ہونا گوارا نہ تھا۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی نہ چاہتی تھی کہ عُمرو کو اس طرح رہا کر دے کہ خُود اس پر الزام آئے یا اس کی بہن پر آنچ آئے۔ دوسرے لفظوں میں اس کی خواہش تھی کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ لیکن ایسی کوئی مناسب ترکیب اس کے ذہن میں نہ آتی تھی۔

وہ اسی ادھیڑ بن میں تھی کہ خُمار کسی کام سے باہر چلی گئی۔ اس کے اور عُمرو کے علاوہ کمرے میں اور کوئی نہ رہا۔ اسی موقع پر اچانک اس کے دل میں خیال آیا کہ عُمرو دنیا کا سب سے بڑا عیّار ہے، کیوں نہ اسی سے مشورہ کیا جائے۔ یقیناً وہ کوئی مناسب ترکیب نکال لے گا۔

یہ خیال آتے ہی اس نے منتر پڑھ کر عُمر کے بدن سے بے حسی دُور کیا اور اسے ہوش میں لا کر اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ وہ پہلے بھی عُمرو کو چھڑا چکی تھی۔ عُمرو نے اس کی خیر پر کوئی شک نہ کیا اور اسے تسلّی دیتے ہوئے بولا:

”میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ ایسی ترکیب کروں گا کہ

آپ پر یا آپ کی بہن پر کوئی الزام نہ آئے گا۔ میری زنبیل میں ہمیشہ کچھ لوگ تیّار رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو بالکل اپنا ہم شکل بنا کر اپنی جگہ لِٹا دوں گا۔ خُود چادرِ عیّاری اوڑھ کر غائب ہو جاؤں گا۔ مجھے کوئی دیکھ نہ سکے گا۔ میرا ہم شکل ہوش میں آنے کے بعد عُمرو ہونے سے انکار کرے گا لیکن افراسیاب اسے مکّاری ہی سمجھے گا۔ اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔"

ملکہ مخمُور یہ تجویز سن کر پھڑک گئی۔ کچھ دیر بعد اصلی عُمرو چادر اوڑھ کر کہیں سے کہیں جا پہنچا اور اس کی جگہ نقلی عُمرو پڑا تھا۔ مخمُور بڑے سکون کے ساتھ خُمار کے آنے تک نگرانی کرتی رہی۔

اُدھر نفیر جادُو افراسیاب کا خط لیے ہوئے لقا کے لشکر کے قریب جا پہنچا۔ عُمرو کا بیٹا چالاک، اِتّفاق سے اس وقت عیّاری کی فکر میں اسی جانب منڈلا رہا تھا۔ اس نے جو دُور سے ایک جادُوگرنی کو اُڑن تخت پر آتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ افراسیاب کی جانب سے لقا کے نام ضرور کوئی خاص پیغام لے کر آئی ہے۔ جلدی جلدی اس نے لقا کے خاص کارندے کا روپ بھرا۔ جھولی میں سے بے ہوشی

ملے حلوے کی ایک پلیٹ نکال کر ہاتھ میں لی اور آہستہ آہستہ اُسی سمت میں چلنے لگا جدھر سے نفیر جادُو چلی آ رہی تھی۔

نفیر جادُو کی جوں ہی اس پر نظر پڑی، تخت کو زمین پر اُتار کر اس کے سامنے آئی اور کہنے لگی "میں شہنشاہ افراسیاب کی جانب سے خداوندِ لقا کے نام ایک اہم خط لائی ہوں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ اس وقت دربار میں تشریف رکھتے ہیں یا آرام گاہ میں؟"

چالاک نے جواب دیا "اے خوش نصیب لڑکی! سامنے پہاڑی کے غار میں ایک لقا پرست عبادت گزار رہتا ہے۔ خُداوندِ لقا نے خوش ہو کر اسے یہ حلوا بھیجا ہے۔ یہ حلوا پانچ سو برس کی زندگی عطا کرتا ہے، اب تُو نے مجھے ٹوک کر یہ اثر کم کر دیا ہے۔ جب تک تو اس میں سے کچھ حلوا نہ کھائے گی، یہ اثر دوبارہ اس میں پیدا نہ ہو گا۔ تیرے سوال کا جواب بھی میں بعد میں ہی دُوں گا۔"

حلوے کی تاثیر سُنتے ہی نفیر جادُو کے منہ میں پانی آ گیا۔ اب تو اس نے یہ تبرک نصیب ہوتا دیکھا تو بے صبری سے پُوچھ بیٹھی۔ کیا اس کے کھانے سے میری عُمر

بھی بڑھ جائے گی: چالاک نے جواب دیا۔ "کیوں نہیں۔ لیکن شرط ہے کہ تو خداوندِ لقا پر سچے دل سے ایمان رکھتی ہو۔"

یہ کہہ کر چالاک نے حلوے کی پلیٹ اس کی طرف بڑھا دی۔ اس نے ایک نوالا اٹھایا اور عقیدت کے ساتھ نِگل گئی۔ اِکبارگی اس کا سر گھومنے لگا۔ اس نے پوچھا "مجھے چکّر سا کیوں آرہا ہے؟"

چالاک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "فکر مت کرو۔ عُمر بڑھ رہی ہے۔"

آخر نفیر جادُو بے ہوش ہو کر دھڑام سے زمین پر گِر گئی۔ چالاک نے اس کی کمر ٹٹول کر افراسیاب کا خط نکالا۔ مضمون سے آگاہی حاصل کی اور اس کے بعد خط کو پھر پہلی جگہ رکھ کر بارگاہ کی سمت روانہ گیا۔ مگر اب وہ لقا کے کارندے کے بجائے اپنے باپ عُمرو کے بھیس میں تھا۔ حتیٰ کہ اس نے اپنی بائیں آنکھ کے اندر وہ تِل بھی بنالیا تھا جو عُمرو کی خاص نشانی مانی جاتی تھی۔ وہ لقا کی بارگاہ میں پہنچ کر عام درباریوں میں شامل ہو گیا۔

سیر کو سوا سیر

اگر چالاک چاہتا تو نفیر جادُو کو ہلاک بھی کر سکتا تھا یا اس کا بھیس بدل کر کسی دوسرے مضمون کا ایک جعلی خط لقا کو پیش کر سکتا تھا لیکن ایسی حرکت سے عُمرو کی رہائی کی کوئی اُمّید نہ کی جا سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ افراسیاب کا خط پڑھنے کے بعد نہ تو اس نے نفیر جادُو کا حلیہ بگاڑا نہ زیور لوٹا۔

عُمرو کا بھیس بھر کر لقا کے دربار میں پہنچنے سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ نفیر جادُو کے آ جانے پر وہ اس کے ذہن میں یہ بات بٹھا سکے کہ جس شخص کو افراسیاب نے عُمرو سمجھ کر گرفتار کیا ہے، وہ کوئی اور ہے اور اصل عُمرو سینکڑوں میل دُور یہاں موجود ہے۔

چالاک کو یقین تھا کہ یہ بات نفیر جادُو واپس جا کر افراسیاب کو ضرور بتائے گی اور

اس کی شہادت سے گُم راہ ہو کر افراسیاب اصلی عُمرو کو نقلی عُمرو سمجھ کر چھوڑ دے گا۔ یہ ترکیب ایک مرتبہ پہلے بھی کارگر ہو چکی تھی چنانچہ چالاک اسے دوبارہ آزمانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس کے علاوہ دُور رہ کر اور کر بھی یا سکتا تھا۔

ادھر کچھ دیر بعد نفیر جادُو ہوش میں آگئی۔ وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھی اور لقا کے کارندے کو جس نے اسے حلوا کھلایا تھا، ڈھونڈے لگی مگر دُور دُور تک کسی انسان کا سایہ تک نظر نہ آیا۔ اس نے دل میں سوچا "خود کو خداوند کا کارندہ بتانے والا کہیں دُشمن کا کوئی عیّار تو نہ تھا؟" گھبرا کر اپنے زیورات اور افراسیاب کے خط کو ٹٹولا۔ پھر آئینے میں صورت دیکھی۔ ہر چیز ٹھیک ٹھاک تھی۔ فوراً ہی دل سے وہم جاتا رہا۔ اسے یقین ہو گیا کہ حلوا کھلانے والا بے شک خداوند کا خاص کارندہ تھا اور اب اس کی زندگی پانچ سو برس زیادہ ہو گئی ہے۔

وہ خوش خوش لقا کے دربار میں پہنچی تو خداوند نے اس کی مناسب آؤ بھگت کی۔ اُس نے خط پیش کیا۔ بختیارک نے بُلند آواز سے وہ خط پڑھ کر لقا کو سُنایا۔

لقا کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی لیکن ابھی وہ زبان سے کوئی لفظ ادا نہ کر پایا تھا

کہ ایک طرف سے چالاک نے عُمرو کی آواز میں نعرہ لگایا۔ ”منم عُمرو بن اُمیّہ۔ افراسیاب کی کیا مجال کہ مجھے قید رکھ سکے۔“

دُوسرے ہی لمحے چالاک لقا کے سامنے تھا۔ لقا ہکّا بکّا ہو کر اسے گھورنے لگا۔ چالاک اچھل کر تخت پر آ رہا۔ پلک جھپکتے میں چپت لقا کے سر پر لگائی اور اس کا تاج لے کر نیچے آ رہا۔ محافظ چونک کر اس کی طرف للکارتے ہوئے بڑھے۔ وہ اُچھلتا کُودتا بختیارک کی چوکی پر جا چڑھا اور اپنی بائیں آنکھ کا تِل اسے دکھا کر بولا۔ ”او خبیث تو بھی پہچان لے۔“

بختیارک ہاتھ جوڑ کر پیروں پر گر پڑا اور کہنے لگا۔ ”زہے نصیب! زہے نصیب! سر حاضر ہے۔ دو چار جُوتے ضُرور رسید فرمائیں۔“

محافظ ہلّا بولتے ہوئے قریب آ چکے تھے۔ جوتے لگانے کا وقت نہ تھا۔ ایک زور دار ٹیپ بختیارک کی گنجی چاند پر لگا کر اس نے ایک لمبی اور اونچی چھلانگ لگا دی۔ دم کے دم میں وہ محافظوں کے گھیرے کے باہر تھا۔ فوراً ہی اس نے خنجر نکالا اور جو سامنے آیا اس کی گردن اڑانے لگا۔ دربار میں بھگدڑ مچ گئی۔ اتفاق سے ایک

جادُو گر سردار اس ہڑبونگ میں اس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ دربار میں زبردست تاریکی چھا گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر چالاک نے ایک محافظ سپائی کا بھیس اختیار کیا اور تاریکی ختم ہونے پر دوسروں کی طرح وہ بھی شور مچاتا ہوا عُمرو کو ڈھونڈنے لگا۔

بھرے دربار میں عقیدت مندوں کے سامنے چپت کھانے اور تاج گنوانے کی ذلّت سے لقا کا مزاج خراب ہو گیا۔ آرام گاہ جانے کے خیال سے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور نفیر جادُو کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "افراسیاب سے جا کر کہہ دے کہ اگر اس نے عُمرو کے گرفتار ہونے کی ایسی ہی جھوٹی خوشخبریاں آیندہ بھیجیں تو اس پر زبردست عذاب نازل کروں گا۔"

بختیارک نے ٹکڑا لگایا۔ "مجھے تو خیر اس نے باغِ سیب میں ذلیل کروایا تھا۔ مگر خداوند کا تاج یہاں چھنوا دیا۔ چپت کی بے عزّتی الگ اُٹھانی پڑی۔ شہنشاہ طلسم ہوش ربا بنا پھرتا ہے۔ عُمرو کو نہ پکڑ سکے تو اسے اتنا غصّہ تو نہ دِلائے کہ وہ ہمارا دربار میں بیٹھنا دوبھر کر دے۔"

نفیر جادُو بے چاری ان باتوں کا تصوّر بھی نہ کر سکتی تھی۔ دھڑکتے ہوئے دل سے اس نے لقا کو سجدہ کیا اور وہاں سے رُخصت ہو گئی۔ افراسیاب کے پاس پہنچتے ہی اس نے آنکھوں دیکھا سارا حال اس سے کہہ سُنایا اور لقا اور بختیارک کی کہی ہوئی باتیں بھی لفظ بہ لفظ دھرا دیں۔

افراسیاب پر تو جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ خُمار جادُو کو حکم دیا۔ ”عُمرو کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔“

خُمار نے جلد ہی نقلی عُمرو کو لا کر افراسیاب کے سامنے ڈال دیا۔ افراسیاب نے اس کی بے حسی اور بے ہوشی دُور کی اور ایک ہنٹر رسید کرتے ہوئے بولا۔ ”سچ سچ بتا تو کون ہے۔ خبر دار! جھوٹ بولا تو زندہ نہ چھوڑوں گا۔“

اس غریب کو کیا خبر کہ اس کی صورت عُمرو جیسی بنی ہوئی ہے۔ دہائی دیتے ہوئے بولا ”عالی جاہ! میں آپ کا ایک ادنیٰ سپاہی ہوں۔ مجھے طلِسم ظاہر میں ایک موقع پر عُمرو عیّار نے قید کر لیا تھا۔ جب سے کھلی ہوا میں سانس لے رہا ہوں۔ مجھ سے کیا خطا ہوئی جو حضور عتاب فرما رہے ہیں۔“

افراسیاب نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی۔ نقلی عُمرو کا بیان سچ ثابت ہوا۔ افراسیاب نے اسے آزاد کر دیا اور خُمار اور صرصر پر قہر اور نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔ ''تم لوگ پھر دھوکا کھا گئیں۔ اصلی کی بجائے نقلی عُمرو کو پکڑ لائیں۔'' وہ دونوں سزا کے ڈر سے کانپنے لگیں۔ کچھ کہنا ہی چاہتی تھیں کہ نفیر جادُو پر نگاہ ڈالتے ہوئے افراسیاب نے کہا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا کہ تیرے ساتھ خداوند کے دربار میں عُمرو کیسے جا پہنچا۔ بے شک خُداوند اور بختیارک نے وہاں عُمرو کو دیکھ کر مجھے اور بھی حقیر جانا ہو گا۔ بہر حال۔۔۔'' اِکبارگی افراسیاب کا چہرہ سرخ ہو گیا اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ گرجا۔ ''عُمرو جہاں کہیں بھی ہو گا، اسے ابھی حاضر کرتا ہوں۔ اب کی اُسے گرفتار کر کے خداوند ہی کے پاس بھیجتا ہوں۔''

یہ کہہ کر افراسیاب کچھ دیر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا اور پھر تالی بجا کر اپنے سر کے اوپر ہاتھ سے گھیر ابنانے لگا۔ اچانک دھندلا سا ایک حلقہ اس کے سر پر نظر آیا اور پھر دُوسرے ہی لمحے زن سے سنسناتا ہوا اُوپر جا کر غائب ہو گیا افراسیاب نے ہاتھ روک لیا اور فخر کے ساتھ لوگوں کو دیکھنے لگا۔ سب سمجھ گئے کہ اس نے

کوئی خاص سحر کیا ہے۔ وہ ہاتھ باندھے، سر جھکائے ادب سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔

عُمرو دریائے خونِ رواں کے پار نکل جانے کی فکر میں اِدھر اُدھر مارامارا پھر رہا تھا۔ اتفاق سے ایک مقام پر اسے ایک جلوس نظر پڑا۔ شادیانے بج رہے تھے۔ پٹاخے چھوڑے جارہے تھے۔ اشرفیاں لُٹائی جارہی تھیں۔ بہت سے لوگ برق برق کپڑے پہنے تختِ رواں پر سوار تھے۔ آگے پیچھے ملازموں اور خدمت گاروں کا ہجوم تھا۔ کچھ ناچ رہے تھے کچھ گاتے جارہے تھے، سب سے اگلے تختِ رواں کی شان سب سے اُونچی تھی۔ اس پر ایک ادھیڑ عمر جادُوگر سردار بیٹھا تھا اور اس کے برابر دولہا بنا ہوا ایک کم سن لڑکا تھا۔ ادھیڑ عمر سردار اسی لڑکے کے اوپر سے رہ رہ کر اشرفیاں نچھاور کر رہا تھا۔ عُمرو نے جلوس کے پیچھے چلنے والے ملازموں میں سے ایک سے پوچھا "کیا سردار کے لڑکے کی شادی ہے؟"

ملازم نے جواب دیا۔ "تو شاید یہاں اجنبی ہے۔ ارے! شادی ہوئی تو ٹھاٹھ باٹھ اور دھوم دھڑکا دیکھ کر تیرا دماغ ہی چکرا جائے گا۔ یہ تو صرف سال گرہ کا جلوس

ہے۔ سردار اپنے اس لڑکے پر جان چھڑکتا ہے۔ ہر سال اسے سونے میں تولتا ہے۔ جلوس نکالتا ہے اور لنگر بانٹتا ہے۔ خاص دعوتوں کی دھوم ہفتوں تک رہتی ہے۔لاکھوں کی اشرفیاں نچھاور ہوتی ہیں۔ آگیا سمجھ میں؟"

عُمرو کچھ دیر سردار کی اس حماقت پر ہنستا رہا پھر اچانک اس کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے سوچا "سردار اپنے بیٹے پر واقعی جان چھڑکتا ہے۔ اگر میں اس کے بیٹے کو چُرا لوں اور پھر اس سے کہوں کہ جب تک مجھے دریائے خُونِ رواں کے پار نہ پہنچادے گا تیرا بیٹا واپس نہ ملے گا تو شاید وہ راضی ہو جائے۔"

اس ترکیب کو آزمانے کے خیال سے اس نے ایک اوٹ میں جا کر گانے والے کا بھیس بھرا اور پھر سردار کی محفل گاہ کی طرف چل دیا۔ بس اسی موقع پر افراسیاب کا حلقۂ سحر اس کے سر پر پہنچ گیا اور چکّر کھانے لگا۔ اثر اس کا یہ ہوا کہ اپنے خیال میں تو وہ جادُوگر سردار کے مکان کی طرف چلتا رہا لیکن حقیقتاً اس کا رُخ باغِ سیب کی طرف تھا۔ وہ گلیاں، سڑکیں، امکانات اس کی نگاہوں کے سامنے جمے رہے جو اُس نے سردار کے مکان کی طرف چلتے ہوئے دیکھے تھے۔ اسے اس

بات کا بھی کوئی احساس نہ ہو سکا کہ مسلسل چلتے رہنے کے باوجود سردار کا مکان نظر نہ آیا تھا۔ حالانکہ وہ اتنا دُور نہ تھا۔ آخر اسی طرح چلتے چلتے وہ افراسیاب کے سامنے جا پہنچا۔ اب جا کر اچانک شہر کی گلیاں اس کی نگاہوں سے روپوش ہوئیں اور وہ خود کو افراسیاب کے دربار میں محسوس کرنے لگا۔ حلقۂ سحر اس کے سر سے غائب ہو چکا تھا۔ اس کی بجائے افراسیاب مُسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

عُمرو نے گھبرا کر چاہا کہ عیّاری کی چادر اوڑھ کر غائب ہو جائے لیکن افراسیاب کی نگاہوں کی تاثیر سے اس کے ہاتھ پاؤں بے حس ہو چکے تھے۔ رحم طلب نگاہوں سے اس نے افراسیاب کی طرف دیکھا۔ افراسیاب کہنے لگا:

"او مکار! تو نے میرے طِلسم میں ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ تو نے مہ رُخ کو بھڑکا کر بغاوت کرائی۔ کتنے ہی نام ور سرداروں کو ہلاک کیا اور گرفتار ہو ہو کر نِکل بھاگا لیکن اب تیرا انجام قریب آ پہنچا ہے۔ کتنا ہی مکر کرے، ہرگز رحم نہ کروں گا۔"

عُمرو نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ "اے شہنشاہ! بے شک میرے گناہ اس سے بھی زیادہ ہیں جتنے آپ نے فرمائے۔ مجھے حق نہیں کہ معافی کی درخواست

کروں لیکن آپ اپنے کرم سے نظر کیجیے۔ میری خطاؤں کو نہ دیکھیے۔ یقین کیجیے کہ دل سے شرمندہ ہوں اور آئندہ کے لیے حضور کی وفاداری کا عہد کرتا ہوں۔ اب چاہے ماریے، چاہے جلائیے، آج سے آپ کا بندہ ہوں۔ مہ رُخ سے واسطہ رکھوں گا، نہ حمزہ سے۔"

عُمرو کے عیّارانہ کارناموں کا افراسیاب کے دل پر گہرا اثر تھا۔ وہ سوچنے لگا "اگر واقعی یہ شخص دل سے میرا وفادار ہو جائے تو مہ رُخ اور امیر حمزہ ایک دن بھی میرے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے۔ دنیا بھر میں میری بات کا سِکّہ جم جائے گا۔" اس خیال نے افراسیاب کے دل میں عُمرو کے لیے رحم کا جذبہ پیدا کر دیا۔ عُمرو کے چہرے اور اس کے الفاظ سے اُسے سچائی جھلکتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ بے ساختہ اس کے جی میں آیا کہ معاف کر کے اس کے جسم کی بے حسی دُور کر دے اور اسے انعام و اکرام سے نوازے۔ لیکن کئی بار وہ عُمرو سے دھوکا کھا چکا تھا۔ آخری فیصلہ کرنے کے لیے اس نے کتابِ سامری کھول کر عُمرو کی سچائی معلوم کی۔ اس میں نکلا۔ "عُمرو مکّاری کر رہا ہے۔ ہر گز اس کی باتوں میں نہ آنا۔"

افراسیاب نے کتاب بند کر کے عُمرو پر ایک قہر کی نگاہ ڈالی اور چند لمحے سوچنے کے بعد دو نام ور جادُو گر سرداروں کو حکم دیا۔ ”اے انظار جادُو اور حِصار جادُو! ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر اسی وقت خداوند کی خدمت میں کوہِ عتیق روانہ ہو۔ ساتھ اس مکّار عیّار کو بھی لیتے جانا۔ اسے خداوند کے حوالے کر دینا کہ وہ جس طرح چاہیں ہلاک کریں اور تم امیر حمزہ اور اس کے لشکر کی خبر لینا۔ دشمن کا کوئی آدمی بھی زندہ بچ کر نہ جانے پائے۔“

دونوں سردار عُمرو اور فوج کو ساتھ لے کر تختِ سحر پر اُڑتے ہوئے کوہِ عقیق کی جانب روانہ ہو گئے۔ ملکہ مخمور بھی لقا کی زیارت کا بہانہ بنا کر افراسیاب کی اجازت سے اس لشکر کے ساتھ ہو گئی۔ عُمرو کی ہمدردی کے ساتھ ساتھ اب اس کے دل میں افراسیاب سے نفرت اور اسلام سے رغبت بھی پیدا ہو چکی تھی لیکن ابھی وہ کوئی بڑا اور فیصلہ کن قدم اٹھانے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ سب کے ساتھ اس لیے شامل ہو گئی تھی کہ شاید اسے کہیں عُمرو کی مدد کرنے کا کوئی خفیہ موقع حاصل ہو جائے۔

سفر طے کرنے کے بعد جب وہ لقا کے لشکر کے قریب پہنچے تو لقا کی جانب سے کوہِ عتیق کے بادشاہ سلیمان عنبریں نے بڑھ کر ان کا اِستقبال کیا۔ ان کے لیے ڈیرے خیمے لگوائے اور کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ اس رات سب نے سفر کی تکان دُور کرنے کے لیے آرام کیا۔ دوسرے دن انظار جادُو اور حِصار جادُو نے عُمرو کو لے جا کر لقا کے سامنے پیش کیا۔ مخمُور بھی ان کے ساتھ تھی۔

عُمرو کو اپنے سامنے بندھا ہوا دیکھ کر بختیارک آنکھیں مل کے اسے دیکھنے لگا اور لقا نے فخر سے تاج کو سر پر ترچھا جماتے ہوئے عُمرو سے کہا۔ ”کیوں اے بندۂ نافرمان! تجھے عیّاری پر کتنا ناز تھا۔ اب بول تُجھے کس طرح تڑپا تڑپا کر ہلاک کیا جائے؟“

عُمرو نے جواب دیا ”یا خداوند! آپ ہی کی بخشی ہوئی قینچی سے میں نے آپ کی داڑھی مونڈی تھی۔ ضرور ایسی ہی تقدیر آپ نے آج کے لیے بھی مقرّر کی ہو گی۔“

بختیارک کو پہلے شک تھا کہ یہ اصلی عُمرو نہیں ہے، مگر یہ جواب سن کہ اُسے یقین

ہو گیا کہ بے شک وہی ہے۔ وہ بول پڑا "یا خداوند! میرے پیر و مرشد کا یوں باتوں میں وقت خراب نہ کیجیے۔ جس کام کا جو وقت مقرّر فرمایا ہے، اس پر عمل کیجیے۔"

بختیارک نے بظاہر بات گھُما پھرا کر کہی تھی مگر عُمرو سمجھ گیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عُمرو کو ہلاک کرنے میں بالکل دیر نہ کیجیے۔

عُمرو نے بختیارک کو گھورتے ہوئے کہا "کیوں اے جوتی خور! میرے ہی سامنے یہ حرفت! یاد رکھ آج تجھے کچّا ہی چبا جاؤں گا۔"

لقا نے عُمرو کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو تجھے اب اُمّید ہے کہ چھوٹ جائے گا۔ ہنھ کچّا چبا جائے گا۔" پھر اس نے بختیارک کو حکم دیا بدزبانی کی سزا میں اپنے ہاتھ سے عُمرو کر پچاس ہنٹر لگا۔ اس کے بعد اسے جلّادوں کے حوالے کیا جائے۔" بختیارک ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا "یا خداوند! آپ جانیں اور جلّاد جانیں۔ مجھ سے اپنے پیر و مُرشد کی شان میں ایسی گستاخی نہ ہو گئی۔ مجھے معاف کیجیے۔"

اس پر لقا نے سپاہیوں سے کہا عُمرو کو اسی وقت قتل گاہ میں پہنچا کر جلّادوں کے حوالے کیا جائے، قتل گاہ کے چاروں طرف اہل دربار کے بیٹھنے کا انتظام کیا جائے اور ساری فرج کو چوکس رہنے کا حکم دے دیا جائے تا کہ عُمرو کا کوئی دوست چھڑانے کی جرأت نہ کر سکے۔"

اس حکم کے ساتھ ہی ہر طرف زبردست چہل پہل شروع ہو گئی۔ امیر حمزہ کے چند جاسوس جو بھیس بدلے دربار میں موجود تھے، موقع سے فائدہ اٹھا کر وہاں سے نکلے اور اپنی چھاؤنی کی جانب تیزی سے دوڑ پڑے۔ اُدھر عُمرو کو قتل گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ جلّادوں نے اُس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر چبوترے پر بٹھا دیا۔ حفاظت کے طور پر لشکر گاہ کے ایک جانب سے انظار جادُو اور حِصار جادُو کے ساٹھ ہزار جادُوگر اور دوسری جانب سے سلیمان عنبریں کے سپاہی حلقہ بنانے لگے۔ قتل گاہ میں نشِست کا انتظام کیا جانے لگا۔

اُدھر امیر حمزہ کے جاسوس بھاگتے ہوئے سیدھے اُن کے پاس گئے اور عرض کیا۔ "یا امیر! عُمرو قتل کیے جانے والے ہیں۔ جلد کچھ کیجیے۔ ورنہ ان کا بچنا مُشکل

ہے۔"

اپنے بچپن کے وفادار دوست عُمرو کے بارے میں یہ اچانک خبر سنتے ہی امیر تڑپ اُٹھے۔ جس حال میں بیٹھے تھے اسی حالت میں خیمے سے نکل کر اصطبل میں گئے، اپنے مشہور گھوڑے اشقر دیو زاد کو کھول کر بغیر ساز و لگام لگائے اس پر سوار ہوئے اور تلوار میان سے نکال کر ہوا سے باتیں کرتے لقا کی چھاؤنی کی طرف چل دیے۔ ان کی دیکھا دیکھی امیر کے بیٹے، پوتے یعنی شہزادہ قاسم، شہزادہ نور الدّہر، شہزادہ ایرج اور شہزادہ عَلَم شاہ وغیرہ اور سردار مثل لندھور، مالک، فرامُرز اور جمہُور وغیرہ بھی ایک ایک کر کے ان کے پیچھے ہو لیے۔ پھر تو سارے لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ بادشاہِ لشکر سعد بن قباد کو خبر ہوئی تو انھوں نے سارے لشکر کو تیّار کر کے لقا کی چھاؤنی کی جانب ہلا بول دیا۔

یہ وہ وقت تھا کہ لقا دربار سے اُٹھ کر قتل گاہ میں بیٹھ چکا تھا اور تمام امیر اور سردار اپنی اپنی نشستیں سنبھال چُکے تھا۔ جیسے ہی ایک ہرکارے نے اسے آکر خبر دی کہ امیر حمزہ اسمِ اعظم پڑھتے اور تلوار لہراتے لشکر گاہ کی پہلی صفت پر حملہ کر چکے

ہیں، لقانے جلّادوں کو حکم دیا "عُمرو کی گردن اُڑادو۔" جلّاد نے تلوار کے نشانے کے لیے عُمرو کی گردن پر کوئلے سے لکیر کھینچی اور دو قدم پیچھے ہٹ کر بھرپور وار کرنے کے لیے تلوار کو ہوا میں بلند کیا۔

امیر حمزہ صفیں اُلٹے ہوئے برابر آگے بڑھ رہے تھے، ابھی وہ مقتل گاہ سے بہت دُور تھے۔ ہرگز عُمرو کو نہ بچاسکتے تھے۔ ملکہ مخمُور اپنی کنیزوں کے درمیان بیٹھی یہ سارا معاملہ دیکھ رہی تھی، اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے کوئی منتر پڑھ کر خفیہ طور پر جلّاد کی طرف پھونک دیا۔ جلّاد وار کرنے کے لیے ہمکا ہی تھا کہ پہلے جُوں کا تُوں ساکت دکھائی دیا پھر دھم سے زمین پر ِگر کر تڑپنے لگا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس پر اچانک مرگی کا دورہ پڑ گیا ہو۔

لقا سمیت وہاں موجود سارے لوگ ہکّا بکّا ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بختیارک الٹی تسبیح پڑھنے لگا اور دوسرے جلّاد اپنے بھائی کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ اتنی دیر میں امیر حمزہ کچھ اور آگے بڑھ آئے۔ لقانے چونک کر جلّادوں کو للکارا۔ "کم بختو! عُمرو کو جلد ہلاک کرو۔"

دوسرے جلّاد یہ ڈانٹ سن کر اپنے ساتھی کو اُٹھا کر ایک طرف لے گئے۔ ایک ہٹّا کٹّا جلّاد تلوار تولتا ہوا عُمرو کی طرف بڑھا۔ دو قدم کے فاصلے پر رُک کر اُس نے وار کرنے کے لیے ہاتھ اُٹھایا ہی تھا کہ وہ بھی پہلے جلّاد کی طرح فرش پر ِگر کر تڑپنے لگا۔ امیر حمزہ اور قریب آ چکے تھے۔ لقا نے جلّادوں کو پھر للکار۔

"مردودو! گرنے والے پر کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ عُمرو کو ختم کرو۔"

اب ادھر سے تیسرا جلّاد عُمرو کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اُدھر سے امیر حمزہ آخری صف کو چیر کر قتل گاہ کی طرف لپک رہے تھے۔ مخمُور نے تیسرے جلّاد کو بھی منتر پڑھ کر ِگرا دیا۔ اس وقت تک امیر حمزہ کے بیٹے پوتے اور سردار بھی دُشمن کی فوج پر حملہ آور ہو چکے تھے اور بادشاہ سعد بن قباد کی سرکردگی میں مسلمانوں کی ساری فوج بھی دُشمن کے قریب پہنچ چکی تھی۔ جنگی نقّاروں اور نعروں سے زمین آسمان گونج رہے تھے۔ اس ہنگامے کے سبب کوئی یہ نہ محسوس کر سکا کہ جلّاد جادُو کے اثر کی وجہ سے اچانک مِرگی کے دورے میں مُبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ جادُو ملکہ مخمُور کر رہی ہے۔

چوتھا جلّاد عُمرو کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اشقر دیو زاد چھلانگ لگا کر قتل گاہ میں آ کُودا۔ اور اُس کی پشت پر سے امیر حمزہ کا نعرہ گونجنے لگا۔ امیر حمزہ کے نعرے کی گرج سُن کر اور اُنہیں خُون میں ڈوبی ہوئی تلوار سے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر چوتھا جلّاد تلوار پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ تماشائیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ لقا اور بختیارک وغیرہ محافظوں کے جھرمٹ میں قلعہ عقیق میں پناہ لینے کے لیے چل کھڑے ہوئے۔

امیر حمزہ نے عُمرو کو آزاد کر کے گلے سے لگالیا۔ دونوں دوست ایک دوسرے سے لپٹ کر خوب خوب روئے۔ جب دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو عُمرو نے الگ ہوتے ہوئے کہا:

”یا امیر! ابھی دشمن کو شکست نہیں ہوئی ہے۔ اس کی فوجیں ہر طرف ڈٹ کر لڑ رہی ہیں۔ آپ ذرا ان کی خبر لیجیے۔ میں ذرا لقا اور بختیارک کی مزاج پُرسی کر لُوں۔“

اس پر امیر حمزہ دُشمن کے ایک دستے کی طرف متوجہ ہوئے اور عُمرو سلیمان

عنبریں کے ایک ہر کارے کے بھیس میں قلعہ عقیق کی سمت چلا۔

کچھ دیر دوڑتے رہنے کے بعد عُمرو نے دیکھا کہ باختری بہادُروں کے ایک لشکر کی حفاظت میں لقا تختِ رواں پر سوار قلعے کی طرف بڑھا چلا جا رہا ہے۔ تخت پر لقا کی بائیں جانب بختیارک کھڑا ہوا تھا اور گھبرا گھبرا کر پیچھے دیکھتا جا رہا تھا۔

عُمرو چیختا ہوا لقا کے تخت کی طرف دوڑا "یا خُداوند ٹھہریے شاہ سلیمان کا ایک خاص پیغام ہے۔"

لقا نے تخت روک کر محافظوں کو اِشارہ کیا کہ ہر کارے کو قریب آنے دیں۔ عُمرو ایک لفافہ ہاتھ میں اونچا اٹھائے تخت کے قریب جا پہنچا۔ لقا کے اشارے پر بختیارک نے لفافہ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ عُمرو اُچھل کر تخت پر جا چڑھا اور نعرہ لگایا "مَنم عُمرو بن اُمیّہ۔ اے لقا! جاتا کدھر ہے۔ نذرانہ تو دیتا جا۔"

یہ کہہ کر عُمرو نے اُچھل کر ایک زور دار دھپ لقا کے سر پر جمائی اور اس کا تاج جھپٹ کر زنبیل میں ڈال لیا۔

بختیارک نے فوراً اپنے گلے کا ہار، جڑاؤ بازو بند اور جیب کی نقدی ٹوپی میں رکھ کر عُمرو کی طرف بڑھائی اور گنجا سر آگے کو جھکاتا ہوا بولا۔ ”یا پیرو مرشد! میرا بھی نذرانہ قبول کیجیے۔ سر بھی حاضر ہے۔ جُوتیوں کا تبرّک بھی ضرور اِنعام فرمائیں۔“

عُمرو نے لپک کر اس کی ٹوپی بھی جھپٹ لی لیکن وہ جوتا اُتار کر بختیارک کی خوش قسمتی میں اضافہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ چاروں طرف سے محافظ بھاگے اور اس کی طرف بڑھے۔ بختیارک کے سر پر صرف ایک چپت کا تبرّک عطا کر کے عُمرو نے تخت سے چھلانگ لگا دی۔ اب اس کے ہاتھ میں دو دھاری خنجر تھا۔ محافظوں کے سروں اور کندھوں پر اُچھلتا چھلانگیں لگاتا وہ آناً فاناً ان کے نرغے سے نِکل گیا۔ پھر جو بھی اس کی طرف بڑھتا خاک و خون میں تڑپتا دکھائی دیا۔ قلابازی کھا کر، چھلانگ مار کر وہ اُنہیں مارتا کاٹتا دُور جا پہنچا۔ مجبوراً محافظوں نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔

وہاں سے وہ سیدھا دُشمن کی لشکر گاہ میں آیا۔ وہاں ہر طرف زبردست جنگ ہو

رہی تھی۔ کہیں امیر حمزہ کی للکار گونج رہی تھی، کہیں شہزادہ عَلَم شاہ کی۔ کسی سمت سے شہزادہ نور الدّہر کا نعرہ سُنائی دے رہا تھا۔ کسی سمت سے شہزادہ قاسم اور شہزادہ ایرج کا۔ کسی جانب لندھور اور مالک صفیں اُلٹتے دکھائی دے رہے تھے کسی جانب فرامُرزا اور جمہُور تہلکہ مچائے ہوئے تھے۔

عُمرو نے اُنہیں تو اسی حال میں چھوڑا اور خود دُشمن کے خیموں اور بارگاہوں میں داخل ہو کر مال لُوٹنے لگا۔

ملکہ مخمُور نے خفیہ طور پر مسلمانوں کی حمایت میں ایسا جادُو جگایا اور عُمرو اور امیر حمزہ کے بچپن کے ساتھی مُقبِل وفادار نے تیروں کا ایسا مینہ برسایا کہ دُشمن جادُوگروں کی ایک پیش نہ گئی۔ یہاں تک کہ حِصار جادُو ہلاک ہو گیا اور سلیمان عنبریں نے حالت بگڑتی دیکھ کر امان کا طبل بجوایا۔

چونکہ امیر حمزہ امان طلب کرنے والوں پر ہاتھ اُٹھانا بُرا سمجھتے تھے اس لیے جوں ہی انہوں نے دشمن کے طبل کی آواز سُنی فوراً اپنا ہاتھ روک لیا اور اپنے جاں نثاروں کو واپس ہونے کا حکم جاری کیا۔

اس وقت تک عُمرو بھی درجنوں خیموں کا صفایا کر چکا تھا۔ واپسی کا حکم سُن کر وہ بھی امیر کے ساتھ آ کر شامل ہو گیا۔ سرداروں اور سپاہیوں نے عُمرو کو زندہ دیکھا تو خوش ہو کر اس پر اشرفیاں نچھاور کرنے لگے۔

نچھاور کی یہ رقم ضائع ہوتی دیکھ کر عُمرو چلّا کر کہا۔ "یارو! یہ کیا غضب کرتے ہو۔ میں تو مُفلِس ہو کر طلِسم سے آیا ہوں اور تم مجھے کچھ دینے کی بجائے دوسروں کو فائدہ پہنچا رہے ہو۔ لاؤ جو کچھ لُٹانا چاہتے ہو، مجھے دے دو۔"

امیر حمزہ نے مُسکراتے ہوئے کہا "خواجہ! فکر کیوں کرتے ہو۔ تمہارے لیے بھی بہت کچھ رکھا ہے۔ لشکر گاہ میں پہنچ کر لے لینا۔"

عُمرو بے صبری سے بولا "یہ بھی مجھے مل جاتا تو کیا بُرا ہوتا۔"

سب لوگ خواجہ عُمرو کے اس لالچ پر مُنہ پھر پھیر کر ہنسنے لگے۔ لشکر گاہ میں پہنچ کر عُمرو ایک ایک دوست، سردار اور شہزادے سے اس کے خیمے میں جا کر گلے ملا اور ہر ایک سے سلامی وصول کی۔ بعد میں جب وہ اپنی بیوی کے پاس پہنچا تو بیوی نے اُس سے کہا۔ "خواجہ جی! آپ تو پورے طلِسم کو لُوٹ کر آئے ہوں گے۔

میرے لیے کیا تحفے لائے ہیں؟"

عُمرو نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا "اے خوش بخت! تجھے کیا معلوم کہ طلِسم میں میرے دِن کیسے گزرے۔ یقین کر بال بال قرض میں بندھا ہے۔ مہربانی کر کے اپنے زیور اور جو نقدی بچا کر رکھی ہو، مجھے دے دے کہ لے جاؤں اور بیچ کر قرض ادا کروں۔ اچھی بیبیاں ایسے ہی موقعوں پر ایثار کرتی ہیں۔"

یہ سُنتے ہی خواجہ کی بیوی سینے پر دو ہتّڑ مار کر رونے چلّانے لگی۔ "اے ہے! اتنا اندھیرا! اس سے تو میں بیوہ ہو جاتی تو اچھا تھا۔ دنیا جہان کی دولت زنبیل میں دبائے بیٹھے ہیں اور میرے زیوروں پر دانت لگے ہیں۔ بھاڑ میں جائے تمہارا نام نمود۔

بڑے عیّار مکّار بنے پھرتے ہیں اور بیوی کو روٹی کپڑا نہیں دے سکتے۔ جانے کون سی منحوس گھڑی تھی کہ اس کنجوس مکّھی چُوس کے پلّے پڑی۔ پیدا ہوتے ہی مر جاتی تو یہ دن تو نہ دیکھتی۔"

اب جو خواجہ عُمرو نے دیکھا کہ جگ ہنسائی ہوتی ہے، اس ہنگامے سے عزّت دو

کوڑی کی ہوتی ہے تو گھبرا کے لگے خوشامد کرنے۔ بیوی بھی ایک ہی کائیاں تھی۔ اُنہیں خوب جانتی تھی۔ جتنا وہ چُپ کراتے اتنا ہی وہ اور زور زور سے روتی جاتی۔ اِرد گرد کی عورتیں اپنے خیموں سے نکل کر جھانکنے لگیں۔ بچّے بچّیاں اندر آکر میاں بیوی کی لڑائی کا مزہ دیکھنے لگے۔ کچھ خیر خواہ دوست دروازے پر آکر عُمرو کو پکارنے لگے۔ کوئی کہتا "پردیس سے آنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ آتے ہی بیوی کی پٹائی شروع کر دی جائے" یا کوئی پکارتا "بھائی بس کرو! دُکھیا کو زیادہ نہ ستاؤ۔ طلِسم والوں کا غصّہ اس پر مت اُتارو۔" غرض ہر طرف سے ایک ہنگامہ سا مچ گیا۔

ی

عُمرو تھک ہار کر ایک طرف بیوی کے سامنے کچھ سِکّے نِکال کر پھینکتا دوسری طرف باہر جمع ہونے والوں کو جواب دیتا۔ "میاں جاؤ اپنا راستہ لو۔ میاں بیوی کے معاملے میں تم ٹانگ اڑانے والے کون؟ کبھی کہتا۔ "شرم کرو! کسی کے گھر کا بھید کیوں لیتے ہو؟"

بڑی مشکل سے بیوی کو نقدی، زیورات اور کپڑے کے تھان دے دلا کر عُمرو نے

اسے راضی کر لیا۔

بیوی نے بعد میں ہنستے ہوئے کہا "کیوں؟ مل گیا نا سیر کو سوا سیر؟ دنیا کے کان کاٹتے ہو۔ بولو میں نے تمہارے کان کاٹے کہ نہیں؟"

عُمرو نے جھینپ کر کہا "اس وقت تو جلدی میں ہوں۔ طِلسم میں واپس جانا ہے۔ لوٹ کے آیا تو ساری کسر نکال لوں گا۔"

بیوی نے اُسے رُخصت کرتے ہوئے کہا "جاؤ۔ خُدا کی امان۔ لوٹ کے خیر سے آؤ۔ پھر دیکھا جائے گا۔"

عُمرو نے کہا۔ "اچھّا، اس مال میں سے ایک اشرفی تو اما ضامن بنا کر میرے بازو میں باندھ دو۔"

بیوی کا دل بھر آیا۔ جھٹ سے پانچ اشرفیاں رُومال میں لپیٹ کر عُمرو کے بازو میں باندھ دیں۔

عُمرو نے ہنستے ہوئے کہا "اب بولو۔ پانچ اشرفیاں واپس لے لیں نا۔"

عُمرو وہاں سے امیر حمزہ کے پاس آیا اور کہنے لگا "یا امیر! شکست خوردہ جادُوگر انظار اور مخمور کے ساتھی طِلسم واپس جانے والے ہوں گے، مجھے اُنہیں میں گھُل مِل کے جانا ہے، جو مال یہاں آپ لوگوں نے دیا وہ سب بیوی نے ہتھیا لیا۔ اب بالکل قلّاش ہوں۔ کچھ سفر خرچ جلدی سے دِلوایئے۔"

امیر حمزہ عُمرو کے لالچ سے واقف تھے۔ ہنستے ہوئے اشرفیوں کی ایک تھیلی منگوا کر عُمرو کے حوالے کی۔ عُمرو وہاں سے ہنسی خوشی دُشمن کی چھاؤنی کی طرف چل دیا۔

راستے میں ایک جگہ اسے مخمور جادُو کی کنیزیں بیٹھی ہوئی ملیں اس وقت عُمرو سلیمان عنبریں کے ایک سپاہی کے بھیس میں تھا۔ اس نے کنیزوں سے پوچھا "یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" ایک کنیز نے جواب دیا۔ "ہماری ملکہ سامنے کی چٹانوں میں کسی دوست سے باتیں کر رہی ہیں۔ ان کے انتظار میں ہیں۔"

عُمرو نے کہا "آپ اور آپ کی ملکہ ہمارے ملک میں مہمان ہیں۔ ایک کنیز میرے ساتھ بھیجیے۔ قریب ہی میرے عزیز رہتے ہیں۔ میں کچھ پھل اور شربت آپ

لوگوں کے لیے بھیج دوں گا۔"

کنیزوں میں سے چند ایک کو واقعی پیاس لگ رہی تھی۔ انھوں نے پیش کش قبول کرلی اور ایک کنیز عُمرو کے ساتھ ہولی۔ کچھ آگے جاکر عُمرو نے اس کنیز کو ترکیب سے بے ہوش کر دیا اور اسی کا بھیس بھر کر چھُپتا چھپاتا ان چٹانوں کے پاس جا پہنچا جہاں کا اشارہ کنیزوں نے دیا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی کہ ملکہ مخمور اور شہزادہ نور الدّہر گھُل مل کر پرانے دوستوں کی طرح آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔

انھیں اسی حال میں چھوڑ کر عُمرو زنبیل میں سے کچھ پھل اور شربت کی صراحی اور گلاس وغیرہ نکال کر طشت میں رکھ کنیزوں کے پاس آیا۔ سب مِل کر پھل کھانے اور شربت پینے لگے۔ عُمرو نے ان میں سے کِسی چیز میں بھی بے ہوشی کی دوانہ ملائی تھی اس لیے کہ اسے انھی لوگوں کے ساتھ طِلسم کے اندر پہنچنا تھا۔ کچھ دیر بعد ملکہ مخمور بھی واپس آگئی۔

سب مل کر چھاؤنی میں پہنچے۔ وہاں طِلسم باطن سے آئے ہوئے جادُوگروں میں

کے باقی ماندہ لوگ انظار جادُو کی سرکردگی میں واپس ہونے کی تیّاری کر رہے تھے۔ آخر وہ سب جادوئی موروں، اژدھوں اور پرندوں پر سوار ہو کر اُڑتے ہوئے باغِ سیب کی طرف چل دیے۔ عُمرو بھی ملکہ مخمُور کی کنیز کے بہرُوپ میں دوسری کنیزوں کی طرح ایک مور پر سوار تھا۔

یہ لوگ اُڑتے ہوئے جب طلِسم ظاہر کے پہاڑوں کے قریب پہنچنے لگے تو عُمرو اپنے مور کو روک کر سب سے پیچھے رہ گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ طلِسم باطن کی بجائے یہیں اُتر جائے، لیکن لاکھ کوششوں کے باوجود مور نہ اُترا۔ مجبوراً سب کے ساتھ اُسے بھی طلِسم باطن جانا پڑا۔

خُدائی راز

ملکہ مخمُور کا قافلہ دریائے خونِ رواں کے پار جا پہنچا۔ جب باغِ سیب قریب آ گیا تو مخمُور نے کنیزوں سے کہا۔ ”تم سب یہاں سے حویلی چلی جاؤ۔ میں شہنشاہ کو سلام کر کے آؤں گی۔“ اس جگہ سے مخمُور باغِ سیب کی طرف چلی اور کنیزیں جن میں عُمرو بھی شامل تھا، اُس کی حویلی کی طرف روانہ ہو گئیں۔

افراسیاب دربار لگائے بیٹھا تھا کہ ایک دروازے سے انظار جادُو اور دوسرے سے ملکہ مخمُور نے داخل ہو کر اسے سلام کیا۔ افراسیاب نے مخمُور کی جانب سے منہ پھیر لیا اور انظار کو تکنے لگا لیکن جواب کسی کے سلام کا نہ دیا۔ اس کی بھنویں تنی ہوئی اور چہرہ سُرخ تھا۔ انظار جادُو نے ڈرتے ڈرتے اُسے ساری تفصیل لقا کے دربار، حِصار جادُو اور فوج کے قتل، عُمرو کی رہائی اور امیر حمزہ کے فتح یاب ہونے کی سُنا دی۔

افراسیاب نے حقارت کے ساتھ اسے جواب دیا ”مجھے سب خبر ہے۔“ یہ کہہ کر اُس نے ہنٹر ہاتھ میں سنبھالا اور غصّے سے پُکارا ”مخمور! سامنے آ!“

مخمُور کانپتی ہوئی اُس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ افراسیاب نے پوچھا۔ ”جنگ کے بعد تُو امیر حمزہ کے لشکر کی جانب کِس تلاش میں گئی تھی؟“

مخمُور نے کہا۔ ”جہاں پناہ! میں کبھی بھی امیر حمزہ کے لشکر میں نہیں گئی تھی۔“

افراسیاب گرجا۔ ”بات گھُمانے کی کوشش مت کر۔ میں نے پوچھا امیر حمزہ کے لشکر کی جانب کِس سے ملنے گئی تھی؟“

مخمُور نے کہا۔ ”حضور! میں کِسی سے ملنے کے اِرادے سے نہیں نکلی تھی۔“

افراسیاب نے کہا۔ ”اچھا تو یوں تُو کچھ نہ مانے گی۔“ یہ کہہ کر اس نے نگاہِ سحر سے پریوں کی ان تصویروں کو گھُورا جو مخمُور کے بازو بند میں نقش تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں پریاں بازو بند میں سے نِکل کر مخمُور کے دائیں بائیں کھڑی ہو گئیں۔ افراسیاب نے ان سے کہا۔ ”تم سچ سچ بیان کرو۔“

پریاں کہنے لگیں۔ ”اے شہنشاہِ طلِسم! مخمُور شہزاد نُور الدّہر سے ملی تھی۔ جنگ کے موقع پر شہزادے نے جس بہادری کا ظاہرہ کیا تھا، اس سے متاثر ہو کر یہ اُس کی دوست بن گئی ہے۔“

یہ سُن کر مخمُور افراسیاب کے پیروں پر گِر گئی اور رو رو کر معافی طلب کرنے لگی۔ افراسیاب نے کہا۔ ”بغیر سزا دیے ہرگز معاف نہ کروں گا۔“ یہ کہہ کر اُس نے ایک سیاہ فام غُلام کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔ غلام آیا تو اُس نے ہنٹر اُس کی طرف پھینکتے ہوئے حکم دیا۔ ”اس کے زور زور سے سو کوڑے لگا۔“ غلام مخمُور پر ہنٹر برسانے لگا۔ مشکل سے کوئی دس کوڑے اُس کے جسم پر پڑے ہوں گئے کہ لباس تار تار ہو گیا۔ خُون کے فوّارے چھوٹنے لگے۔ جبڑے جکڑ گئے اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ یہ حالت دیکھ کر اُس کی بہن خُمار جادُو سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ بولی۔ ”اب میں اپنی بچّی پر ظلم برداشت نہیں کروں گی۔“ یہ کہہ کر وہ بے ہوش مخمُور کے اوپر گِر گئی کہ اُسے اور کوڑے نہ لگنے پائیں۔ افراسیاب نے غلام کو ہاتھ روکنے کا اشارہ کیا۔ خُمار مخمُور کو اُٹھا کر اُس کی حویلی میں لے گئی۔ جادوئی مرہم

اس کے زخموں پر لگایا اور سحر کا پانی اُس کے زخموں پر چھڑکا۔ کچھ ہی دیر میں اُس کے زخم غائب ہو گئے اور ہوش میں آ کر وہ اُٹھ بیٹھی۔

خُمار نے اُس سے پوچھا۔ ”بہن! سچ سچ بتا دو کیا بات ہوئی تھی؟“ مخمُور نے کہا ”کوئی بھی بات نہیں ہوئی۔ ہم کوئی افراسیاب کی باندی نہیں، جو جی میں آیا کیا۔ وہ ہمارے مُعاملے میں دخل دینے والا کون؟ بھرے دربار میں مردُود نے بے عزّتی کی ہے۔ بس آج سے میں کھُل کر عُمرو کی حمایت کروں گی۔“

خُمار نے سمجھاتے ہوئے کہا ”لڑکی! اِتنا نہ بہک۔ بھلا شہنشاہ سے بگاڑ کر ہم کہاں رہیں گے؟“

مخمُور نے کہا ”بس باجی! آپ رہنے دیجیے۔ بڑا آیا شہنشاہ بن کے۔ مہ رُخ کا اس نے کیا کر لیا، بہار کا کیا کر لیا؟ مُقابلے پر جو ڈٹ جائے اُسے کوئی کچّا نہیں چبا سکتا۔ میں بھی شاہ زادی ہوں۔ ایسی ویسی نہیں کہ مار کھا کے بھی وفاداری کا دم بھروں۔ اب مجھے جو فیصلہ کرنا تھا کر لیا۔“

خمار بولی ”اچھا بہن! تم جانو اور تمہارا کام۔ غصّے نے اس وقت تمہارا دماغ گرم کر

رکھّا ہے۔ کچھ دیر آرام کرو۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی۔

عُمرو کنیز کے بھیس میں قریب کھڑا ہوا یہ ساری باتیں سُن رہا تھا۔ خُمار کے جانے کے بعد مخمُور مُنہ لپیٹ کر رونے لگی تو نقلی کنیز قریب آ کر کہنے لگی۔ "بی بی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ کہیں ایسی باتوں پر بادشاہوں سے غصّہ کیا جاتا ہے؟ اگر آپ افراسیاب کو چھوڑ کر ملکہ مہ رُخ کے پاس چلی جائیں تو وہاں آپ کی کیا عزّت ہو گی؟ آپ ان پر کیا حق جتا سکیں گی؟"

کنیز کی بات نے مخمُور کے دل میں کھٹک پیدا کر دی۔ وہ آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگی۔ "تُو ٹھیک کہتی ہے۔ میری نیکی کو عُمرو کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ امیر حمزہ کے لشکر میں ہو گا۔ کاش وہ یہاں آ جائے تو پھر تو ایک لمحہ اس موئے افراسیاب کی صُورت نہ دیکھوں۔"

نقلی کنیز مُسکراتے ہوئے بولی۔ "اچھّا ملکہ صاحبہ! اگر میں عُمرو کو یہاں بُلوا دوں تو کیا اِنعام دیجیے گا؟"

مخمُور نے کنیز کو گھورتے ہوئے کہا۔ "اری خیلا! تُو اور عُمرو کو بُلوا دے۔ دماغ تو

ٹھیک ہے تیرا؟"

نقلی کنیز خیلا آنکھیں مٹکاتے ہوئے بولی۔ "دماغ ٹھیک ہو یا خراب، اِنعام بتائیے اور پھر دیکھیے۔"

مخمُور نے کہا۔ "اچھا، جو تو کہے وہی انعام۔ چل بُلوا دے عُمرو کو۔" نقلی خیلا بولی۔ "ہزار اشرفیاں لوں گی۔ مُکر نہ جایئے گا۔" یہ کہہ کر اُس نے چہرے سے سارا رنگ و روغن مٹا کر سلام کرتے ہوئے کہا۔ "حضور! اب دِلوایئے ہزار اشرفیاں۔"

ملکہ مخمُور کی حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اُس کے سامنے خیلا کنیز کی جگہ خواجہ عُمرو کھڑے مُسکرا رہے تھے۔ مخمُور نے ہزار اشرفیوں کی بجائے اپنے لاکھوں کے زیورات اُتار کر عُمرو کی نذر کیے۔ عُمرو نے کہا۔ "میں نے تو مذاق کیا تھا۔ خیر، آپ کی نشانی کے طور پر اُنہیں قبول کرتا ہوں۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ افراسیاب کا بھیجا ہوا ایک جادُوگر دروازے پر آ کر پُکارا۔ "اے ملکہ مخمُور! شہنشاہ افراسیاب نے آپ کو یاد کیا ہے؟"

عُمرو یہ سُنتے ہی عیاری کی چادر اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ مخمُور نے جادُوگر کو اندر بُلا لیا۔ اُس نے آتے ہیں کہا۔ ”شہنشاہ کو اپنے کیے پر بڑی ملامت ہے۔ انہوں نے آپ سے درخواست کی ہے کہ جو ہوا اسے بھُول جائیے۔ جس حال میں ہوں فوراً تشریف لائیے۔“

مخمُور کا دل افراسیاب کی نفرت سے لبریز ہو چکا تھا، مگر تھی بڑی ذہین۔ اس نے خیال کیا ”اگر نہ جاؤں گی تو افراسیاب کتابِ سامری میں میرا حال دریافت کرے گا۔ یوں اس پر میری عُمرو سے ساز باز کھُل جائے گی۔ وہ بغیر چون و چرا کیے ساحرِ کے ساتھ ہو لی اور افراسیاب کے پاس جا پہنچی۔ اُس کے پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے طلِسم ظاہر سے آنے والے ایک جادُوگر نے افراسیاب کو اطلاع دی تھی کہ ببران جادُو جسے اُس نے ملکہ مہ رُخ کے خاتمے کے لیے بھیجا تھا، خود ہی مارا گیا۔ مُصوِّر جادُو ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں زبردست فوج کے ساتھ پہنچ چُکے ہیں۔ ان کے اشارے پر مشہور جادُوگرنی ملکہ قہر نگاہ اور مشہور سردار غدّار جادُو نے ملکہ مہ رُخ اور اُس کی فوج کو گرفتار کر لیا ہے۔ قیدیوں سمیت وہ دونوں

دریائے خونِ رواں کے کنارے موجود اور حکم کے منتظر ہیں۔

مخمُور کے پہنچنے پر افراسیاب اس سے بڑی عزّت اور محبّت کے ساتھ پیش آیا اور اس کا حال معلوم کرنے کے لیے اُس سے سوال کیا "اے ملکہ مخمُور! مہ رُخ اور اس کے حامی سارے غدّار گرفتار ہو چکے ہیں اور دریائے خونِ رواں کے کنارے موجُود ہیں۔ کبھی دل میں سوچتا ہوں، انہیں بُلا کر سمجھاؤں اور معاف کر دوں، کبھی یہ خیال کرتا ہوں کہ غدّاری اور بے وفائی کے جُرم میں سب کو ہلاک کر ڈالوں۔ مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

مخمُور بات کی تہہ کو پہنچ گئی۔ بولی "اے شہنشاہ! میرے نزدیک غدّاروں پر رحم یا اُن سے وفاداری کی اُمّید رکھنا سراسر نادانی ہے۔ میری رائے میں تو بہتر یہ ہے کہ سب کو قتل کر دیا جائے۔"

یہ جواب سُن کر افراسیاب نے کوئی منتر پڑھا اور تالی بجاتے ہوئے پُکارا۔ "اے جلّاد جادُو! حاضر ہو۔"

فوراً ہی زمین پھٹی اور ایک سیاہ فام ساحرِ اُس میں سے نکل کر سامنے آیا۔

افراسیاب نے اُس سے کہا "اے جلّاد جادُو! دریائے خُونِ رواں کے پار تیری شدید ضُرورت ہے۔ اپنی قوم سمیت وہاں جا پہنچ اور سارے قیدیوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا کے گھاٹ اُتار دے۔"

جلّاد جادُو حکم کے مطابق اپنی قوم کی طرف روانہ ہو گیا۔ افراسیاب نے ملکہ مخمُور کا دل صاف کرنے کے لیے سزا دینے پر افسوس کا اظہار کیا اور ایک قیمتی ہار اُسے تحفہ دے کر رُخصت کیا۔

ملکہ مخمُور عُمرو کے پاس واپس آئی اور مہ رُخ وغیرہ کے گرفتار ہو جانے کی خبر دے کر کہنے لگی۔ "جلد ہی جلّاد جادُو اپنی قوم کے ساتھ وہاں جا پہنچے گا۔ اگر اس سے پہلے قیدیوں کو چھُڑانے کی کوشش نہ کی گئی تو اُن کا بچنا مُشکل ہو جائے گا۔"

عُمرو نے غصّے سے مُٹھّی بھینچتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر میں طِلسم ظاہر میں ہوتا تو دُشمن کو ہرگز کامیابی نصیب نہ ہوتی۔ اب بھی اگر کِسی ترکیب سے تُم مجھے دریائے خونِ رواں کے پار پہنچادو تو میں قیدیوں کو بھی چھُڑالوں گا اور ملکہ قہر نگاہ اور غدّار جادُو کو بھی جہنّم رسید کر دوں گا۔"

مخمُور بولی ”آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی آپ کو وہاں پہنچانے کا اِنتظام کرتی ہوں۔“ یہ کہہ کر اُس نے اپنی جھولی میں سے ایک کیکڑا جیسا چھوٹا کیڑا نکالا اور منتر پڑھ کر اُس پر پھونکنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ کیکڑا ایک زبردست پنجے کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ مخمُور نے اُسے حکم دیا۔ اے جادُوئی پنجے! عُمرو کو دریائے خونِ رواں کے پار قہر نگاہ اور غدّار جادُو کے لشکر کت قریب چھوڑ آ۔“

پنجے نے اُچھل کر عُمرو کو اپنی گرفت میں لیا اور آسمان کی طرف تیر کی طرح سیدھا اُٹھتا ہوا نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ پنجے کی تیز رفتاری کے سبب عُمرو بے ہوش ہو گیا لیکن کچھ ہی دیر بعد جو اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک اجنبی مقام پر کھڑا پایا۔ پنجہ اُسے چھوڑ کر واپس جا چُکا تھا۔ عُمرو نے کھڑے ہو کر چاروں طرف کی سُن گُن لی۔ قریب ہی ایک جانب سے جگہ جگہ دُھواں اُٹھتا دکھائی دیا اور زبردست چہل پہل کی آوازیں سُنائی دیں۔ عُمرو ہوشیاری کے ساتھ اُسی طرف چل دیا۔

کُچھ دیر بعد ایک ٹیلہ نظر آیا۔ عُمرو اُس پر چڑھ کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ دُور دُور

تک ڈیروں خیموں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ ایک جانب بے شمار لوگ لکڑی کے ستونوں پر اُلٹے سیدھے بندھے ہوئے لٹک رہے تھے۔ عُمرو سمجھ گیا کہ یہ قیدی اُسی کے ساتھی ہیں اور یہ ڈیرے خیمے قہر نگاہ اور غدّار جادُو کے لشکر کے ہیں۔ اسی اِثنا میں لشکر کی جانب سے اُسے ایک جادُو گر سردار بہت سے محافظوں کے ساتھ ٹیلے کی طرف آتا دکھائی دیا۔ عُمرو چادر اُوڑھ کر اُن کے قریب جا پہنچا۔ اُن کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ قہر نگاہ اور غدّار جادُو نے جلّاد جادُو کی آمد کا پتا چلانے کے لیے اُنہیں لشکر کے باہر بھیجا ہے۔ مخمُور سے اُسے جلّاد جادُو کا حلیہ پہلے ٹھہرنے کا انتظام کرو۔"

جادُوگر سردار نے بھاگم بھاگ جا کر لشکر میں خبر دی۔ قہر نگاہ اور غدّار جادُو نے اپنے سرداروں کے ساتھ آ کر نقلی جلّاد جادُو کا استقبال کیا اور اُسے بڑی عزّت کے ساتھ چھاؤنی لے گئے۔ وہاں نقلی جلّاد نے اُن سے کہا۔ "شہنشاہ کا ایک خاص تحفہ مجھے آپ لوگوں کو دینا ہے۔ دُوسرے کچھ خفیہ مشورہ بھی کرنا ہے۔ کِسی تنہا خیمے میں چلیے۔"

قہر نِگاہ اور غدّار جادُو نے ایک الگ تھلگ خیمے کا انتخاب کیا اور اپنے آدمیوں سے کہہ دیا کہ وہ خیمے کے قریب نہ آئیں۔ جب تینوں خیمے کے اندر بیٹھ گئے تو نقلی جلّاد جادُو نے اپنی جھولی سے دو سیب نکالے اور قہر نگار اور غدّار جادُو کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا ”شہنشاہ تم دونوں کی کار گزاری سے بے حد خوش ہوئے ہیں اور تحفے کے طور پر انہوں نے باغِ سامری کے یہ دو پھل عنایت کیے ہیں۔ اُنہیں کھالو۔ پھر بات شروع کی جائے۔“

قہر نگاہ اور غدّار جادُو کے چہرے پھُول کی طرح کھِل گئے۔ دونوں نے عقیدت کے ساتھ اُٹھ کر وہ سیب لے لیے اور پھر کھانے لگے مگر آخری ٹکڑا حلق سے اُتارتے اُتارے ان کی زبان اینٹھنے لگی۔ آنکھوں کے پپوٹے بھاری ہونے لگے اور سیب میں شامِل عرقِ بے ہوشی ان پر اپنا اثر جمانے لگا۔ لیکن ابھی وہ پوری طرح بے ہوش نہ ہو پائے تھے کہ بہت دُور سے عُمرو کر نقّاروں اور ڈھول تاشوں کی آوازیں آتی محسوس ہوئیں۔ وہ سمجھ گیا کہ کوئی دم میں اصلی جلّاد جادُو اپنی قوم سمیت آیا چاہتا ہے۔

عُمرو نے جلدی جلدی اپنا بھیس ملکہ قہر نگار جیسا بنانے لگا۔ قہر اور غدّار نے جو دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ جلّاد جادُو کوئی عیّار ہے۔ دونوں جادُو کرنے کے لیے ہڑبڑا کر اُٹھے مگر اُٹھتے ہی ڈھیر ہو گئے۔ قہر نگاہ کا بہروپ مکمّل کر کے عُمرو نے خیمے سے نکل کر ایک سردار کو اشارے سے بُلایا اور اُسے حکم دیا "جلّاد جادُو کا ایک ہم شکل اپنی قوم کو لے کر آ رہا ہے۔ اس کا استقبال کرو اور تنہا اُسے اس خیمے میں بھیج دو۔"

کچھ دیر بعد جلّاد جادُو کی قوم کو اس کے لیے تیّار خیموں میں اتار کر قہر نگاہ کے سرداروں نے اُسے نقلی قہر نگاہ کے پاس بھیج دیا۔ وہ حیران تھا کہ میرا ہم شکل مجھ سے پہلے یہاں کیسے پہنچ گیا! مگر پھر یہ سوچ کر دل کو سمجھا دیا کہ ممکن ہے شہنشاہ نے اس میں بھی کوئی راز رکھا ہو۔

جلّاد جادُو کو آتا دیکھ کر عُمرو نے اصلی قہر نگاہ کو چارپائی کے نیچے چھپا دیا اور خود باہر جا کر جلّاد جادُو کو لیے ہوئے خیمے کے اندر واپس آیا۔ اس نے جو غدّار جادُو کو کُرسی پر آنکھیں بند کیے بیٹھے پایا تو تعجّب کے ساتھ نقلی قہر نگاہ کو دیکھنے لگا۔ نقلی قہر

نگاہ نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ ”تم اس کو دیکھ کر حیران ہو ذرا دوسری طرف تو دیکھو۔“

جلّاد جادُو نے اس پر جیسے ہی دوسری جانِب گردن گھُمائی عُمرو نے پھُرتی سے غُبارۂ بے ہوشی نکال کر اُس کے منہ پر دے مارا۔ بس ایک چھینک آئی اور جلّاد جادُو بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑا۔ اب وقت ضائع کرنا بے کار تھا۔ عُمرو نے خنجر نکالا اور اُچھل اُچھل کر ایک ایک کے سینے میں گھونپنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد زبردست آندھیاں چلنے لگیں۔ گھنگھور تاریکی ہر سمت چھا گئی اور کچھ وقت گزرنے پر مقتول جادُوگروں کے ہم زاد دردناک آواز میں ان کی موت کا اعلان کرنے لگے۔

”ویہات! مجھے دغا سے ہلاک کیا۔ میرا نام ملکہ قہر نگاہ تھا۔“

”افسوس میرا چراغِ حیات گُل کیا۔ میرا نام غدّار جادُو تھا۔“

”مجھے عُمرو نے دھوکے سے قتل کیا۔ میرا نام جلّاد جادُو تھا۔“

یہ اعلانات سُنتے ہی تینوں کی فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ لوگ بد حواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ملکہ مہ رُخ اور اس کی فوج پر سے قہر نگاہ اور غدّار جادُو کے سحر کا اثر زائل ہو گیا۔ آزاد ہو کر وہ سب دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ ناریل تُرنج چلنے لگے۔ پتھّر اور انگارے برسنے لگے۔ ملکہ بہار نے گُل دستے پھینک کر صد ہا دُشمنوں کو دیوانہ بنایا۔ ملکہ مہ رُخ کے لوگوں نے صد ہا دشمنیوں کو جلا کر خاک کیا۔ رعد کی چنگھاڑ سے لا تعداد سپاہیوں اور جادُو گروں کے سر پھٹ گئے۔ ناگن بجلی نے ہجوم کو قیمہ بنا کر رکھ دیا۔

بے سردار کی فوج آخر کب تک لڑتی۔ تھوڑی ہی دیر بعد قہر نگاہ، غدّار جادُو اور جلّاد جادُو کے سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن جاتے کہاں، ہر طرف سے موت نے اُنہیں گھیرے میں لے رکھا تھا۔ چند ایک کے سوا کسی کو راستہ نہ ملا۔ بھاگتے بھاگتے بھی جان سے مارے گئے۔ عُمرو نے اس ہنگامے میں دل کھول کر دُشمن کا مال لوٹا۔ بعد میں جب سب جمع ہوئے اور اس فتح کا جشن منانے کا خیال کرنے لگے تو عُمرو نے کہا۔ ”خبر دار! ایسی غلطی نہ کرنا۔ باغِ سیب یہاں سے بہت

زیادہ دُور نہیں۔ افراسیاب کو جلد خبر ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ فوراً یہاں سے نِکل جاؤ اور اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچنے کی کوشش کرو۔" اس ہدایت پر سب نے عمل کیا۔

اُدھر باغِ سیب میں افراسیاب اس اُمّید پر جشن منا رہا تھا کہ باغیوں کے سر اب آیا ہی چاہتے ہیں کہ اچانک دو اُلّو اُڑتے ہوئے آئے اور افراسیاب کے سر پر چکّر کھانے کے ساتھ چیخنے لگے:

"عُمرو نے دریائے خونِ رواں کے پار پہنچ کر قہر نگاہ، غدّار جادُو اور جلّاد کو ہلاک کیا۔ سارے قیدی رہا ہو گئے۔ حضور کے بے شمار جاں نثار مارے گئے۔"

یہ خبر سُن کر افراسیاب کا نشہ ہرن ہو گیا۔ وہ رانواں پر ہاتھ مار کر بڑبڑایا۔ "وہ تو کوہِ عقیق پر حمزہ کے پاس تھا۔ اگر انظار جادُو کے آدمیوں کے ساتھ مل کر طلِسم باطن میں واپس آ گیا تھا تو اب دریائے سحر کے پار کیسے جا پہنچا۔ کیا میرا کوئی سردار اُس سے مل گیا ہے؟ ایسا ہے تو اسے ایسی دردناک سزا دوں گا کہ زمین اور آسمان بھی اس پر ماتم کریں گے۔"

پھر وہ اِکبارگی جوش میں اُوپر اُچھلا اور دیکھتے ہی دیکھتے اہلِ محفل کی نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

افراسیاب وہاں سے اُڑا ہوا سیدھا اُس مقام پر پہنچا جہاں باغی قید رکھے گئے تھے۔ وہاں اپنے آدمیوں کی لاشوں کے علاوہ اُسے کچھ نظر نہ آیا۔ سمجھ گیا کہ مہ رُخ اور اس کے جادُوگر اُڑ کر یا زمین میں ڈوب کر اپنے اڈّے کی طرف چلے گئے ہیں۔ لیکن عُمرو اور اس کے عیّار شاگرد ضرور اِسی علاقے میں ہوں گے اور اپنے ٹھکانے پر جانے کے لیے موقعے کی تلاش میں ہوں گے۔ اُنہیں یہیں پھانس لینا چاہیے۔

یہ سوچ کر افراسیاب نے جادُو کے زور سے اس علاقے کو ایک بہت بڑی بھُول بھُلیّاں میں تبدیل کر دیا اور ایک مقام پر باغِ عشرت قائم کر کے وہیں مقیم ہو گیا۔

عُمرو اور اُس کے شاگرد عیّاروں نے اس علاقے سے نِکل جانے کی پُوری کوشش کی تھی اور وہ بلاشبہ وہ وہاں سے میلوں دُور نِکل گئے تھے لیکن افراسیاب نے آکر جو بھُول بھُلیّاں قائم کی، وہ اُس کی حد سے باہر نہ نِکل سکے۔ ان میں سے ہر ایک

آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا مگر سب گھُوم پھر کر ایک ہی دائرے میں آ پہنچتے تھے۔ عُمرو بھاگتے بھاگتے ایک ایسی وادی میں جا پہنچا جہاں دو خوب صُورت اور شاندار محل بنے ہوئے تھے۔ غور کرنے پر اسے محلوں میں مکمل سنّاٹا سا محسوس ہوا۔ وہ اِحتیاط کے ساتھ پہلے ایک محل کے اندر گیا پھر دوسرے میں۔ مگر کِسی میں اُسے کوئی آدمی نہ ملا البتّہ مال واسباب سے دونوں محل بھرے ہوئے تھے۔

ایسا موقع خواجہ عُمرو کب ہاتھ سے جانے دیتے ہیں۔ جس قدر مال و اسباب وہ لوٹ سکتے تھے، سب اُنہوں نے داخلِ زنبیل کیا اور جب سوائے کھڑکیوں اور دروازوں کے وہاں کچھ نہ بچا تو ہاتھ جھاڑتے ہوئے باہر نکلے اور ایک طرف کو چل دیے۔

ابھی وہ زیادہ دُور نہ پہنچے ہوں گے کہ دائیں جانب کُچھ فاصلے سے آواز آئی۔ "خبر دار!" عُمرو نے گھبرا کر اِدھر دکھا مگر آواز دینے والا کہیں نظر نہ آیا۔ فوراً ہی بائیں جانب سے کوئی پُکارا۔ "خبر دار!" عُمرو نے بائیں جانب پلٹ کر دیکھا۔ اُدھر بھی کوئی دکھائی نہ دیا۔

پھر ایسی ہی آواز پیچھے کی جانب سے آئی اور جب پیچھے مُڑ کر دیکھنے لگا تو سامنے سے پُکار سُنائی دی۔ ”خبر دار!“

عُمرو نے سوچا کہ یہ طلِسمی آوازیں ہیں، ان سے ڈرنا نہ چاہئے۔ وہ آگے بڑھ گیا مگر چند قدم چلنے پر پھر ویسی ہی آوازیں آئیں۔ آخری آواز کے بعد اُسے اپنے پیچھے ایک خوف ناک قہقہہ سُنائی دیا اور تعاقب کرنے کی آہٹ بھی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ کوئی مُجھے پکڑنے آ پہنچا ہے اور بس چند قدم پیچھے ہے۔ اس نے چاہا کہ چھلانگ لگا کر اُس کی پہنچ سے آگے نکل جائے۔ لیکن جیسے ہی جست لگانے کی کوشش کی پچھلا قدم زمین پر چپک کر رہ گیا۔ گھبرا کر اُس نے اگلا قدم بھی زمین پر رکھ دیا تا کہ اس پر زور دے کر پچھلے قدم کو اُٹھا سکے مگر وہ بھی زمین سے چپک کر رہ گیا۔

قہقہے کی آواز اور قریب آ گئی تھی۔ عُمرو نے پلٹ کر دیکھا تو خون خشک ہو گیا۔ ایک بن مانس جیسا بد شکل جادُو گر چند قدم پیچھے کھڑا ہنس رہا تھا۔ اس نے منتر پڑھ کر عُمرو کو بے حِس کر دیا اور کندھے پر لاد کر چل پڑا۔

اتّفاق سے مہتر قیران بھٹکتا ہوا اُس طرف آ نِکلا تھا اور اس نے عُمرو کو گرفتار

ہوتے دیکھ لیا تھا۔ جس جگہ وہ چھپا ہوا کھڑا تھا جادُوگر عُمرو کو لیے ہوئے اُسی طرف چلا آرہا تھا۔ قیران نے جھٹ سے ایک جادُوگر کا بھیس بھرا اور جیسے ہی وہ قریب پہنچا اچانک سامنے آکر بولا۔ ”تو کون ہے اور کندھے پر کسے لاد رکھّا ہے؟“

جادُوگر غصّے سے گرجا ”تو کون ہے؟ اور میرے علاقے میں کیسے آگیا۔“

قیران نے بھی ڈپٹ کر جواب دیا ”خاموش! یہی پوچھنا ہے تو اُس سے پوچھ جو تیرے پیچھے کھڑا ہے۔“

جادُوگر پیچھے مُڑ کر دیکھنے لگا۔ اُسی لمحے قیران نے پھُرتی کے ساتھ بُغدہ نکال کر زور سے اُس کے سر پر مارا۔ اس کے مرتے ہی عُمرو کے جسم پر سے اُس کے جادُو اثر ختم ہو گیا۔ جیسے ہی آندھی اور تاریکی کے بعد اُس کی موت کا اعلان ہوا عُمرو نے لپک کر مہتر قیران کو گلے لگا لیا۔ قیران بولا۔ ”اُستاد! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم طلِسم میں پھنس گئے ہیں۔ عجیب عجیب مقام دیکھنے میں آتے ہیں۔ اِتنا دوڑتے بھاگتے ہیں، نہ اپنی چھاؤنی دکھائی دیتی ہے نہ اس مقام سے نجات پاتے ہیں۔“

عُمرو کُچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مہتر قیران اِکبارگی چھلانگ لگا کر ایک قریبی ٹیکری کی اوٹ میں ہو کر غائب ہو گیا۔ عُمرو حیران ہو کر چاروں طرف نِگاہ دوڑانے لگا۔

جلد ہی اُسے قہقہے کی آواز سنائی دی۔ پلٹ کر ایک قریبی درخت پر جو اس نے غور کیا تو نچلی شاخ پر ٹانگیں لٹکائے اسے پہلا جیسا ایک جادُوگر بیٹھا نظر آیا۔ نگاہیں ملتے ہی اُس نے عُمرو سے کہا۔ "اے نادان! یہ مُقام جادُوگروں سے بھرا ہے۔ تُم کتنوں کو ہلاک کرو گے؟ یاد رکھ! تُو اور تیرے شاگرد اب جلد ہی اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ جادُوگر دھم سے زمین پر کُود پڑا۔ لیکن جتنی دیر میں وہ شاخ سے زمین پر آیا، عُمرو چادر اوڑھ کر غائب ہو گیا اور ایک جانب بھاگتا چلا گیا، یہاں تک کہ ایک ریگستان میں داخل ہوا۔

وہاں سامنے تھوڑے ہی فاصلے پر سرسبز میدان دکھائی دیا۔ عُمرو سمجھا اسے طِلسم سے باہر نکلنے کا راستہ مِل گیا ہے اور اس کوہستان کو پار کر کے مہ رُخ کے لشکر کے قریب جا پہنچوں گا۔ وہ پُوری قوّت سے سبزہ زار کی جانب دوڑنے لگا حتیٰ کہ کئی

کوس آگے نِکل گیا اور دوڑتے دوڑے اس کا دم پھولنے لگا۔ لیکن سبزہ زار اس سے اب بھی اتنا ہی دُور تھا جتنا پہلے نظر آیا تھا۔

پیاس کی شدّت سے اُس کے حلق میں کانٹے سے چبھتے محسوس ہو رہے تھے اور وہاں دُور دُور تک پانی کا نام و نشان نہ تھا لاچار ہو کر اس نے زنبیل سے پانی کا مشکیزہ نکال کر حلق تر کیا۔

وہاں سے دائیں جانب کچھ پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ عُمرو نے سبزہ زار کو سراب سمجھتے ہوئے پہاڑیوں کی جانب دوڑا۔ اس بار بھی انجام پہلے جیسا رہا۔ مجبوراً تیسری جانب بھاگا۔ اس میں بھی ناکام رہا تو چوتھی جانب دوڑا۔ اس طرف دوڑتے دوڑے وہ ایک باغ کے دروازے تک جا پہنچا لیکن جھری میں سے اندر جھانک کر جو دیکھا تو افراسیاب کو کنیزوں اور خادموں کے جھرمٹ میں بڑی شان سے بیٹھا ہوا پایا۔ مجبوراً پھر پلٹ کر ریگستان میں آ گیا۔ چاروں طرف کئی دن تک مارا مارا پھرنے کے باوجود جب اُسے کوئی راستہ نہ ملا تو سمجھ گیا کہ میں طلِسم کے دائرے میں قید ہوں۔ افراسیاب کی مدد کے بغیر باہر نہ نِکل سکوں گا۔ اس نے ایک جگہ

بیٹھ کر خط لکھا۔ لفافے میں بند کر کے مُہر لگائی اور زنبیل میں رکھ کر اُس باغ کی طرف چل دیا جہاں اُس نے افراسیاب کو عیش کرتے دیکھا تھا۔

باغ کے دروازے پر افراسیاب کی چند کنیزیں کھڑی صحرا کا نظارہ کر رہی تھیں کہ دُور سے اُنہوں نے ایک شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ایک نے جا کر فوراً افراسیاب کو اِطّلاع دی۔ اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ عُمرو ہے۔ مجھ سے ملنا چاہتے ہے۔ اُسے اندر لے آنا۔"

تھوڑی ہی دیر میں عُمرو افراسیاب کے سامنے فرش پر بیٹھا ہانپ رہا تھا۔ افراسیاب کے اشارے پر ایک کنیز نے اُس کو شربت کا گلاس پیش کیا، افراسیاب کہنے لگا۔ "اے عُمرو! دُنیا کی کوئی طاقت تُجھے اس طِلِسم کی قید سے رہائی نہیں دلا سکتی۔ لیکن اور اگر تو ایک بات سچ سچ بتا دے تو میں تُجھے ابھی چھُوڑ دُوں گا۔ پھر چاہے تو میرا دوست بن جائے یا دُشمن رہے۔"

عُمرو نے کہا۔ "حضور میں بھی سچ سچ بتا دوں گا، چاہے آپ مجھے گرفتار کریں یا آزاد چھوڑ دیں۔"

افراسیاب بولا۔ ”میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جب میں نے تُجھے گرفتار کر کے خداوند لقا کے پاس بھیجا اور وہاں سے تجھے حمزہ چھڑُا لے گیا تو پھر کوہِ عقیق سے طلِسم باطن اور طلِسم باطن سے تجھے قہر نگاہ اور غدّار جادُو کی چھاؤنی میں کِس نے پہنچایا کہ تُو نے اُن کا کام تمام کیا؟؛

عُمرو کہنے لگا۔ ”اے شہنشاہ! یہ ایک خُدائی راز ہے لیکن وعدہ کر چکا ہوں اس لیے بیان کرتا ہوں: کوہِ عقیق سے تو میں خُود تیرے آدمیوں میں گھُل مِل کر طلِسم باطن پہنچا۔ البتّہ جب خُداوند کی مرضی ہوئی کہ میں دریائے سحر کے پار جا کر تیرے جادُوگروں کو ہلاک کروں اور مہ رُخ وغیرہ کو رہائی دِلاؤں تو وہاں تک پہنچانے کے لیے خداوند نے ایک اور حُور میرے پاس بھیج دی۔ اُسی کے کاندھوں پر سوار ہو کر میں نے دریائے سحر پار کیا۔“

افراسیاب نے بے چین ہو کر کہا۔ ”تُو کِس خُداوند کی بات کرتا ہے؟“

عُمرو نے کہا۔ ”اے افراسیاب! تیرا اور میرا دونوں کا خُداوند ایک ہی ہے۔ زمرّد شاہ لقا باختری۔ کیا میں تُجھ سے پہلے بھی گُنبدِ نُور میں نہیں کہہ چکا کہ خُداوند نے

اپنی مشیّت کے مطابق مجھے تیرے طِلسم کے جادُوگروں کے لیے مَلَکُ الموت بنایا ہے۔ کیا یہ بات تیری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر اُس کی مدد میرے ساتھ شامل نہ ہو تو میں تجھ جیسے شہنشاہ کا مُقابلہ کر سکتا ہوں؟"

افراسیاب نے کہا۔ "مگر میں اور میرے ملک کے سارے جادُوگر تو خداوند لقا پر یقین رکھتے ہیں پھر اُس نے ہم پر تُجھے کیوں مُسلّط کیا اور وہ مہ رُخ وغیرہ کی کیوں مدد کرتا ہے؟"

عُمرو نے جواب دیا۔ "اے شہنشاہ! خداوند کی باتیں خداوند ہی جانے۔ لیکن خیر، اصل راز سن! تیرے طِلسم کے لوگ سامری اور جمشید کو بھی پوجتے ہیں۔ یہ بات خداوند کو ناگوار ہے۔ ظاہر میں وہ تم سے خوش ہیں، باطن میں ناراض۔ اسی لیے مجھے تیرے جادُوگروں کو قتل کرنے پر مامور کیا اور اِسی سبب سے مہ رُخ وغیرہ کی رعایت کی جاتی ہے۔"

افراسیاب کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا "اے عُمرو! میں نے یہ جان لیا ہے کہ تُو خداوند کا چہیتا ہے اور اُس کی مدد سے اس کا حکم بجالا رہا ہے، مگر یہ کیا بات ہے کہ

وہ اور اس کا شیطان بختیارک میرے خلاف ہدایتیں دیتے رہتے ہیں۔“

عُمرو نے کہا۔ ”اے افراسیاب! میں باتوں باتوں میں کئی خُدائی راز تیرے سامنے ظاہر کر گیا۔ اگر یہ راز بھی میں نے بتا دیا تو تُو یہ بھی پوچھنا چاہے گا کہ گزشتہ رات خداوند نے مجھے کیا خاص ہدایت نامہ بھیجا ہے۔“

افراسیاب کے دل پر عُمرو کی بالوں کا ویسے ہی رنگ جم چُکا تھا۔ اس نے جو اپنے بارے میں لقا کے تازہ ہدایت نامے کی بات سُنی تو بے چین ہو گیا۔ کہنے لگا۔ ”اچھّا، اس سوال کا جواب رہنے دے۔ صرف خُداوند لقا کا ہدایت نامہ دِکھا دے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ بات مرتے دم تک کسی پر نہ ظاہر کروں گا۔“ عُمرو نے زنبیل سے نِکال کر ایک لفافہ افراسیاب کے سامنے پیش کر دیا۔ افراسیاب نے خط نکال کر پڑھا۔ تحریر تھا:

”لقا کی جانب سے فرشتۂ قدرت عُمرو بن اُمیّہ کے نام۔

اے عُمرو! مصلحت ہماری آج سے تبدیل ہوتی ہے۔ اب تو اپنے دل سے افراسیاب کی اِطاعت کر۔ مکر و فریب سے درگزر کر۔ یہی نہیں، تجھ پر لازم ہے

کہ جلد سے جلد مہ رُخ کے پاس جا اور انہیں بھی سمجھا بجھا کر بغاوت کی آگ بجھا کر سب کو ساتھ لا کر افراسیاب کے سامنے پیش کر۔ طِلسم ہوش رُبا کی حدود میں اب کوئی بدامنی نہیں ہونی چاہیے۔ تجھے اور باغیوں کو سچے دل سے افراسیاب کی اطاعت قبول کرنی چاہئے۔"

یہ خط پڑھ کر افراسیاب نے خط کی تحریر اور لفافے کی مُہر کا معائنہ کیا۔ اسے اطمینان ہو گیا کہ یہ خط جعلی نہیں بلکہ اصلی ہے۔ خُوشی سے پھُولا نہ سمایا۔ لاکھوں کے جواہرات عُمرو کو خُوش ہو کر انعام میں دیے اور طِلسم جو عیّاروں کو بچانے کے لیے بنایا تھا۔ سحر پڑھ کر ختم کیا۔ پھر ہنسی خوشی عُمرو کو رُخصت کیا کہ جا کر خداوند کی ہدایت کے مطابق مہ رُخ اور سارے باغیوں کو طِلسم ظاہر کے باغِ عیش میں لے آئے۔ پھر خود وہاں سے روانہ ہو کر باغِ عیش میں پہنچا اور خط لکھا کر ملکہ حیرت کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔

ملکہ حیرت کے ساتھ عیّارہ صرصر اور اس کی شاگرد بھی باغِ عیش میں جا پہنچیں۔ افراسیاب نے ان سے خداوند کی ہدایت اور عُمرو کی اِطاعت کا ذکر کیا۔ اس پر

سب خاموش رہیں مگر صرصر نے ہنستے ہوئے کہا:

"عالی جاہ! ممکن ہے آپ کا خیال صحیح ہو مگر میرا دل یہی کہتا ہے کہ وہ مکّار آپ کو جھانسا دے کر اپنی جان بچا گیا ہے۔"

ملکہ حیرت نے ڈانٹا۔ "صرصر! ہوش میں رہ۔ تو شہنشاہ کو ناسمجھ کہتی ہے؟"

افراسیاب کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ اس نے کہا۔ "عیّارہ! ہر بات میں عیّاری کی جھلک دیکھتی ہے۔ میں ابھی اس کا جواب اس کے منہ پر مارتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے ایک طِلسمی پُتلی کو حکم دیا۔ "اسی وقت مہ رُخ کے لشکر میں جا۔ عُمرو سے کہہ کہ شہنشاہ باغِ عیش میں آپ کے منتظر ہیں۔ جلد سارے باغیوں کو لے کر پہنچے۔"

اُدھر عُمرو ملکہ مہ رُخ کے دربار میں بیٹھا اپنے کارنامے بیان کر رہو تھا کہ افراسیاب کی بھیجی ہوئی پُتلی جا پہنچی۔ اُس نے بُلند آواز سے کہا۔ "شہنشاہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ باغِ عیش میں منتظر ہوں۔ وعدہ پورا کیجیے اور

تشریف لائیے۔" دربار میں اس کی بات سے سنّاٹا چھا گیا۔ عُمرو کا دل سینے میں اُچھلنے لگا۔

مہتر قیران بُغدہ تان کر پُتلی کے پیچھے لپکا۔ عُمرو نے اُسے اشارے سے منع کر دیا اور پُتلی سے بولا۔ "الگ چلیے۔ میں جواب دیتا ہوں۔"

ایک گوشے میں جا کر اُس نے پُتلی سے کہا۔ "شہنشاہ کو میرا اسلام کہنا۔ میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ لوگوں کو سمجھا بجھا رہا ہوں۔ شام تک سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ پھر سب کے ساتھ حاضر ہوں گا۔ شہنشاہ سے عرض کرنا کہ اِطمینان رکھیں۔"

پُتلی نے واپس جا کر عُمرو کی بات سب کے سامنے افراسیاب سے دہرائی۔ افراسیاب نے صرصر سے کہا۔ "بول! اب تیرا کیا خیال ہے؟ کیا پھر یہی کہے گی کہ میں دھوکا کھا گیا۔"

صرصر نے ادب سے کہا۔ ”حضور اب یقین آ گیا۔ واقعی میرا خیال غلط تھا۔ بھلا حضور کو کون دھوکا دے سکتا ہے۔“

صرصر نے یہ بات کچھ اس طرح کہی کہ افراسیاب کو اس میں طنز محسوس ہوا۔ وہ سمجھ گیا کہ اب بھی اس کو یقین نہیں آیا۔ اس نے پُتلی سے کہا۔ ”تُو پھر اسی وقت عُمرو کے پاس جا۔ کہ جیسے آج ویسے کل۔ دیر نہ کیجیے۔“

اُدھر عُمرو یہ سمجھ کر خوش ہو رہا تھا کہ ایک دن کے لیے بلا ٹل گئی۔ کل کی کل دیکھی جائے گی۔ مگر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ پُتلی پھر آ پہنچی۔ عُمرو نے پھر اُسے علیحدہ لے جا کر کہا۔ ”بات ہو گئی ہے۔ شہنشاہ سے کہنا کہ دعوت کا انتظام کریں۔ دو گھنٹے کے اندر مہمانوں سمیت حاضر ہوتا ہوں۔“

پُتلی نے واپس جا کر یہی بات افراسیاب سے کہہ دی۔ اُس نے صرصر کو سخت شرمندہ کیا۔

بے سر جادُو

اُدھر باغِ عیش میں افراسیاب کے حکم پر شان دار دعوت کا اہتمام ہو رہا تھا اور اِدھر عُمرو ملکہ مہ رُخ کے دربار میں اپنا منصُوبہ سوچ رہا تھا۔

پُتلی کے واپس جانے کے کچھ دیر بعد وہ ملکہ مہ رُخ کے پاس آیا اور اُس سے آہستہ سے کہا "آپ کچھ دیر بعد میرے خیمے میں شہزادیوں اور سرداروں کے ساتھ تشریف، لائیے۔ ایک اہم مشورہ کرنا ہے۔"

اپنے خیمے میں پہنچ کر عُمرو نے بہت سارا شربت تیّار کرایا اور اس میں دوائے بے ہوشی ملانے کے بعد ملازموں کو حکم دیا "ملکہ اور سردار آئیں تو ہر ایک کو فوراً یہ شربت پیش کیا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد ملکہ مہ رُک، بہار، فرمانیہ، کاکُل کشا، ناگن بجلی، رعد اور دوسرے

سر دار وہاں پہنچ گئے۔ عُمرو کی کنجوسی سے سب اچھی طرح واقف تھے لیکن آج جو پہلی بار اچھی قسم کا شربت اپنی تواضع میں پایا تو سب مزے لے لے کر پینے لگے۔

عُمرو نے کہا "میں نے ایک مصلحت کے تحت افراسیاب کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ آپ لوگوں کو بھی اس کے سامنے پیش کروں گا۔ مہربانی کر کے آپ لوگ میرے ساتھ باغِ عیش میں چلیں اور افراسیاب سے معافی مانگ لیجیے۔"

سب کو یہ بات بہت بُری لگی۔ انہوں نے کہا "آپ جانیں اور آپ کی مصلحت جانے۔ نہ ہم اس کے پاس جائیں گے نہ معافی مانگیں گے۔"

عُمرو زور سے قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا۔ "تم کو میری بات ماننی پڑے گی۔"

اس پر سب لوگ غصّے میں آ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن اُسی لمحے بے ہوشی ان کے دماغ پر حاوی ہو گئی اور سب چکرا کر گر پڑے۔ عُمرو نے جلدی جلدی سب کو زنبیل میں ڈال لیا اور اپنے شاگردوں کو بُلا کر کہنے لگا "جلدی سے لشکر کے دو سو

ملازم جادُو گر اور جادُو گرنیوں کو بُلا لاؤ۔"

عیّار بھاگ دوڑ کر سب کو اکٹھا کر لائے۔ عُمرو نے دو سو کو منتخب کر کے باقیوں کو جانے کی اجازت دے دی اور موجود لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا"اس وقت ایک نازک مسئلہ در پیش ہے جس میں تمہاری مدد کی سخت ضرورت ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے چہرے اور لباس کو تبدیل کر کے کِسی کو ملکہ مہ رُخ، کسی کو بہار اور کسی کو دوسرا نامور سردار بنا دیا جائے گا۔ اس کے بعد میں سب کو افراسیاب کے پاس باغِ عیش لے جاؤں گا۔ آپ سب اپنے آپ کو وہی ظاہر کرنا جس کے بھیس میں ہو۔ افراسیاب سے معافی طلب کرنا اور جیسا میں اشارہ دوں ویسا کرنا۔"

کچھ ہی عرصے بعد وہ سب باغِ عیش میں تھے۔ ان میں سے ایک ایک آگے بڑھ کر افراسیاب کے قدموں پر ِگر کر معافی طلب کرتا اور آیندہ کی وفاداری کا اقرار کرتا۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو دعوت کا انتظام شروع ہوا۔

صرصر اور صبا رفتار گھوم پھر کر مہمانوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ انہیں شبہ ہو چکا

تھا کہ کہ ملکہ مہ رُخ اور بہار وغیرہ سے لے کر ایک ایک سردار تک سب نقلی ہیں۔ اُنہیں یہ اندیشہ بھی ہوا کہ کہیں عُمرو نے اصلی مہ رخ اور اس کے سرداروں کو باغِ عیش کے آس پاس چھُپا نہ دیا ہے کہ موقع پا کر وہ سب باغِ عیش پر اچانک حملہ کر دیں۔

صرصر نے صبا رفتار سے اس بارے میں مشورہ کیا تو اس نے کہا۔ "میں باغ کے باہر جا کر باغیوں کا پتا چلاتی ہوں۔ آپ شہنشاہ کو باخبر کیجیے۔"

برق فرنگی باغ کے ایک جھنڈ میں چھُپا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اِن عیّارنوں نے چوری پکڑ لی ہے اور اب کوئی کوئی ہنر کھیلنے والی ہیں۔ صبا رفتار جو باغ سے نکل کر سیدھی چلی تو برق نے اندازہ لگا لیا کہ وہ جلد واپس نہ ہو گی۔ جلدی جلدی اس نے صبا رفتار کا بھیس بھرا اور چند لمحوں بعد دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اس وقت صرصر اپنے منصوبے کے مطابق شہنشاہ کو باخبر کرنے کے لیے تیزی سے اُس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اچانک اس کی نگاہ نقلی صبا رفتار پر پڑی۔ اتنی جلدی اس کے پلٹ آنے پر وہ سمجھی کہ شاید کوئی اہم بات ہے۔ اس نے نقلی

صبا رفتار کو گھورا۔ اس نے فوراً اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور تیزی سے دروازے کی طرف پلٹی۔

صرصر لپک کر اس کے پاس پہنچی تو نقلی صبا رفتار نے اس کا ہاتھ پکڑا اور بغیر کچھ کہے سُنے اسے گھسیٹتی ہوئی باہر لے گئی۔ باغ سے باہر نکل کر اس نے انگلی کے اشارے سے اسے ایک آبادی کی طرف متوجّہ کیا۔ اس موقع پر نقلی صبا رفتار یعنی برق فرنگی نے پھُرتی کے ساتھ غُبارۂ بے ہوشی اس کی ناک پر مار دیا۔ صرصر بے ہوش ہو کر گِر پڑی۔

برقی فرنگی اسے اُٹھا کر دُور لے گیا ایک درخت کے تنے سے کس کر باندھ دیا اور آپ پھر باغ کو واپس ہوا۔

اُدھر دعوت کے بعد محفل رنگ پر آئی۔ عُمرو مست ہو کر گنگنانے لگا۔ شہنشاہ کو اس کا گنگنانا بہت پسند آیا۔ اس نے عُمرو سے بہت اصرار کیا کہ وہ کچھ گائے۔ نخرے کرنے کے بعد عُمرو راضی ہو گیا مگر درخواست کی کہ محفل گاہ کے دروازے اور کھڑکیاں بند کر دی جائیں تا کہ ناچ گانے کا سماں بندھ سکے۔

افراسیاب نے حکم دیا تو عُمرو کی فرمائش آناً فاناً پوری کر دی گئی۔ پہلے عُمرو نے ایک پھڑکتی ہوئی غزل سُنائی اور جب سب مست ہو کر جھومنے لگے تو اس نے ناچنا شروع کر دیا، کھڑکیاں دروازے ہونے کے سبب بے ہوشی کے عطر کی وہ پیاری پیاری اور بھینی بھینی خوشبو سب کے دماغوں پر بستی جارہی تھی جو عُمرو نے اپنی پوشاک پر چھڑک رکھا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں انہیں ایک کے دو، دو کے چار اور چار کے آٹھ عُمرو نظر آنے لگے۔ کوئی پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگا۔ کوئی فرش پر قلابازیاں کھانے لگا۔ کسی کو اپنی ناک گزوں لمبی ہوتی دکھائی دینے لگی۔ کوئی خود کو ہوا میں اُڑتا محسوس کرنے لگا۔

آخرکار سب بے ہوش ہو گئے۔ عُمرو اور اس کے شاگردوں نے چونکہ پہلے ہی اپنی ناک میں روئی ٹھونس لی تھی اس لیے وہ جُوں کے تُوں رہے۔ جلدی جلدی انہوں نے ان جادُوگروں اور جادُوگرنیوں کو ہوشیار کر کے اپنی چھاؤنی کی طرف روانہ کیا جنہیں مہ رُخ وغیرہ کا بھیس بھر کر لائے تھے۔ اس کے بعد وہ افراسیاب کے بے ہوش سرداروں اور ملازموں کو لوٹنے لگے۔ سارا مال اپنی زنبیل میں ڈال

کر کے عُمرو نے اپنے شاگردوں کو بھی رُخصت کیا اور خود بے ہوش جادُوگروں اور جادُوگرنیوں کا حلیہ بگاڑنے لگا۔ کسی کا سر مونڈا۔ کسی کی آدھی داڑھی تو کسی کی ایک طرف کی مُونچھ، کسی کو بھبھوت مل کر سادھو بنایا تو کسی کے لنگوٹی پگڑی باندھ کر ڈگڈگی تھمائی۔ دوسروں سے نپٹ کے آخر میں ملکہ حیرت اور افراسیاب کی طرف لپکا لیکن تخت کے قریب تک پہنچا ہی تھا کہ اِکبارگی پیچھے کو چِت گر پڑا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے سامنے سے دھکا دیا ہے مگر کوئی نظر نہ آتا تھا۔ اس نے غصّے میں آکر فرش پر لیٹے لیٹے زنبیل سے پتھّر نکال کر حیرت اور افراسیاب پر برسانے شروع کر دیے۔ وہ دونوں جوں کے تُوں بے ہوش پڑے تھے مگر پتھّر تخت کے قریب ہی سے پلٹ کر اس طرح پیچھے گر پڑتے تھے جیسے کوئی سخت دیوار بیچ میں ہو اور وہ اس سے ٹکرا کر پلٹ آتے ہوں۔

عُمرو کو اور غصّہ آیا۔ ٹوٹی پھوٹی میز اور کرسیاں اُس نے تخت کے چاروں طرف جمع کیں اور اُنھیں آگ لگانے لگا۔ اسی موقع پر اچانک آسمان پر ایک زبردست دھماکا ہوا اور اس کے بعد آواز آئی "منم افراسیاب جادُو! او مکّار! اب تو بچ کر نہ

جانے پائے گا۔“

عُمرو گھبرایا کہ ایک افراسیاب تو سامنے تخت پر بے ہوش ہے، یہ دوسرا کہاں سے آٹپکا! فوراً ہی اسے جان بچانے کی فِکر ہوئی۔ قبل اس کے کہ نعرہ لگانے والا سامنے آتا وہ چادر اُوڑھ کر باغ سے باہر نکل گیا۔

جب تک وہ اپنی چھاؤنی میں خیریت سے نہ پہنچ گیا اس وقت تک اس نے ایک لمحے کے لیے بھی چادر نہ اُتاری۔ اپنے خیمے میں داخل ہو کر اس نے زنبیل سے مہ رُخ اور دوسرے سرداروں کو نِکالا اور ہوش میں لا کر ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ سب عُمرو کی دلیری اور عیّاری پر عَش عَش کرنے لگے۔ عُمرو نے سوال کیا۔ ”آخر افراسیاب اور حیرت بدبخت پر کوئی وار کارگر کیوں نہیں ہوتا۔ ان کا چراغ کیسے گُل کیا جائے؟“

بہار نے جواب دیا۔ ”خواجہ! یہ کام بہت مشکل ہے۔ جب تک لَوحِ طلِسم ہاتھ نہ آئے گی، افراسیاب ہلاک نہ ہو گا۔ دُوسرے جو شخص افراسیاب کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے یا دکھائی دیتا ہے، وہ محض اس کا عکس یا سایہ ہوتا ہے۔ اصلی

افراسیاب جانے کہاں ہوتا ہے۔ ایسا ہی حال ملکہ حیرت کا ہے۔"

عُمرو نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ کبھی نہ کبھی تو چھُری کے نیچے آئے گی۔ انشاء اللہ لَوحِ طِلسم بھی حاصل کر کے چھوڑوں گا۔"

اِدھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اُدھر باغِ عیش میں افراسیاب کے سحر سے بے ہوش لوگ ہوش میں آ کر ایک دُوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے تھے یا شرم سے اُٹھ اُٹھ کر بھاگ رہے تھے۔

افراسیاب ملکہ حیرت کو ہوشیار کر کے ایک کمرے میں جا بیٹھا اور اس سے کہنے لگا "اے ملکہ! مُجھ میں اتنی طاقت ہے کہ چاہوں تو ابھی مکّار عُمرو کو اس کے خیمے سے اُٹھا لوں اور کوئی میرا بال بیکا نہ کر سکے۔ مگر میں یہ سوچتا ہوں کہ آخر کیا معاملہ ہے کہ میں اُسے بار بار گرفتار کرتا ہوں اور وہ مجھے ذلیل کر کے بار بار نِکل جاتا ہے۔ افسوس! میں نے صرصر کا کہنا نہ مانتا۔ وہ سچ کہتی تھی کہ عُمرو دھوکا دے رہا ہے۔ صرصر کا نام زبان پر آتے ہی اُسے فکر ہوئی۔ کیوں کہ محفل میں بے

ہوش ہونے والوں میں وہ نہ دکھائی دی تھی۔ اس نے کتابِ سامری دیکھی تو پتا چلا کہ وہ جنگل میں ایک درخت سے بندھی پڑی ہے۔ اس نے پنجہ بھیج کر صرصر کو اور منگوایا اور ہوش میں لا کر اسے خلعت عطا کیا۔

پھر چند ثانیے خاموش رہ کر اس نے کوئی منتر پڑھا اور تالی بجائی۔ زلزلہ سا آیا، زمین پھٹی اور اس میں سے ایک جادُوگر اپنا سر ہاتھ میں لیے باہر آیا۔ افراسیاب نے اسے حکم دیا" اے بے سر جادُو! جہاں بھی عُمرو ملے، اسے پکڑ کر لے آ۔"

بے سر جادُو حکم کے مطابق چلا گیا تو افراسیاب نے حیرت سے کہا۔ "مجھے اب تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ عُمرو کی موت کس طرح ہو گی۔ چلو آج چل کے دادی جان سے پوچھیں۔"

کچھ دیر بعد دونوں ایک اُڑن تخت پر سوار ہوئے اور خواص میں سے کسی کو ساتھ لیے بغیر ایک جانب تیزی سے اُڑنے لگے۔ کتنے ہی میدانی، پہاڑی، ریگستانی علاقے طے کرتے ہوئے اور سبزہ زاروں کے اُوپر سے گزرتے آخر ایک خوب صُورت پہاڑی کے نیچے جا کر تخت سے اُترے۔ یہ پہاڑی نیچے سے اُوپر سے سونے

کی تھی اور اس کی چوٹی پر سونے ہی کا ایک خوب صُورت محل بنا ہوا تھا اور محرابوں پر قیمتی جواہرات بڑے ہوئے تھے۔ محل کی پیشانی پر جگمگاتے طلسمی حرفوں میں لکھا ہوا تھا ”ملکہ آفات چہار دست“۔ یہ افراسیاب کی دادی کا نام تھا۔ وہی اس محل میں رہتی تھی اور افراسیاب اور ملکہ حیرت اس وقت اسی سے ملنے یہاں آئے تھے۔

محل کے دروازے کے آگے سونے کی چار پُتلیاں زرق برق لباس پہنے کھڑی تھیں۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت دونوں نیچے کھڑے ہو کر اور ہاتھ جوڑ کر ان پُتلیوں کو گھُورنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد وہ پُتلیاں ہنستی ہوئی دروازے کے سامنے سے ہٹ کر اِدھر اُدھر کھڑی ہو گئیں۔

چند لمحوں بعد اندر سے خود بخود دروازہ کھلا اور سونے کا جڑاؤ چھپر کھٹ آہستہ آہستہ آکر دروازے کے بیچ میں ٹھہر گیا۔ اس چھپر کھٹ پر ایک سینکڑوں برس کی بڑھیا بیٹھی تھی۔ نہ مُنہ میں دانت، نہ پیٹ میں آنت۔ ہڈّیوں کا پنجر مگر لباس زیور ایسا قیمتی جیسے نو بیاہتا شہزادی۔ بال رُوئی کے گالے کی طرح سفید تھے۔

بھنوؤں تک میں کوئی بال کالا نہ تھا البتّہ آنکھیں بڑی چمک دار تھیں۔

اسے دیکھتے ہی افراسیاب اور ملکہ حیرت نے جھک کر بڑے ادب سے سلام کیا۔ بڑھیا نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے۔ افراسیاب نے بڑھ کر اپنا سر اُس کے سینے سے لگا دیا۔ آفات چہار دست نے پیار کرنے کے بعد ایک ہلکا سا طمانچہ افراسیاب کے گال پر لگایا اور بولی "کیوں رے لڑکے! آخر طِلسم میں فتور اور بکھیڑا کر ہی دیا۔"

افراسیاب نے جواب دیا۔ "دادی جان! اس میں میرا کیا قصور ہے۔ یہ کم بخت عُمرو ایسا گلے پڑا کہ کوئی تدبیر ہی کارگر نہیں ہوتی۔"

"چل ہٹ نامعقول!" آفات چہار دست نے اُسے جھڑکتے ہوئے کہا۔ "دوسروں پر الزام دیتا ہے۔ اپنوں کی غدّاری کی خبر نہیں رکھتا۔ جانتا ہے اُسے تیری چہیتی مخمُور نے بچایا تھا اور اُسی نے اسے دریائے سحر پار کرایا تھا۔ دیکھ! اگر تو اپنی سلامتی چاہتا ہے تو چند باتیں کبھی نہ بھولنا۔ ایک یہ کہ طِلسم کے جو اُصول مُقرّر ہیں اُنہیں ہرگز نہ بدلنا۔ دوسرے چاہے سارا طِلسم برباد ہو جائے، تیرے سارے جادُوگر مارے جائیں، خبردار! حجرہ ہفت بلا کو نہ کھولنا۔ تیسرے یہ کہ آج سے

ٹھیک گیارہ مہینے بعد طلِسم کُشا شہزادہ اسد کو قتل کرنا، اس سے پہلے ہر گز ایسا ارادہ نہ کرنا۔ چوتھی اور آخری نصیحت یہ کہ کیسی ہی مُصیبت تُجھ پر آئے وہ جو اکتیس جادُوگر سامری کے جسد کی یادگار ہیں اُنہیں ہر گز دُشمن کے مقابلے پر لڑنے کو نہ بھیجنا۔ اگر ان چاروں میں سے کسی ایک بات کے بھی خلاف ہوا تو جان لے کہ نہ تیری خیر ہو گی نہ تیرے طلِسم کی۔ بس اب جا مجھے عبادت کرنی ہے۔"

افراسیاب نے کہا۔ "دادی جان! مہربانی کر کے ایک بات اور بتاتی جایئے۔ عُمرو سے کِس طرح نپٹا جائے؟"

آفات چہار دست خاموشی سے کچھ دیر افراسیاب کے چہرے کو گھورتی رہی، پھر بولی۔ "جس دن سے عُمرو طلِسم میں داخل ہوا ہے، طلِسم کی تمام کتابوں اور بزرگوں کی پیش گوئیوں کو کھنگال رہی ہوں مگر اس کی موت کا حال اب تک معلوم نہ ہو سکا۔ بہتر یہ ہے کہ اس سے چوکنّا رہ اور جتنا دامن بچا سکے بچا۔"

یہ کہہ کر آفات چہار دست نے دُعا دینے کے انداز سے ہاتھ اُونچا کیا۔ چھپر کھٹ خود بخود پیچھے ہٹا اور دروازہ بند ہو گیا۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت پہاڑی سے اُتر کر

نیچے آئے۔ افراسیاب نے تخت پر بیٹھتے ہوئے غصّے سے کہا "اب چل کر سب سے پہلے اس کمینی مخمُور کی خبر لُوں گا۔ آستین کا سانپ۔ ہنھ! منہ پر میری خوشامد، پیٹھ پیچھے عُمرو سے ساز باز۔"

ملکہ حیرت پہلے ہی ملکہ مخمُور سے جلتی تھی۔ اُس کو اندیشہ تھا کہ کہیں وہ اس کی جگہ ملکہ نہ بن جائے۔ اس لئے افراسیاب کے غصّے کو بھڑکاتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے تو پہلے ہی اس پر شک تھا۔ شکر ہے کہ دادی جان نے بات صاف کر دی۔ ہمیں باغِ سیب پہنچنے میں دیر لگے گی۔ کیوں نہ راستے میں باغِ گلزار ہی میں اُتر جائیں اور آپ وہیں سے اس چڑیل کی گرفتاری کے لیے کِسی کو بھیج دیں۔

افراسیاب کو ملکہ حیرت کی یہ رائے پسند آئی۔ باغِ گلزار راستے میں سب سے پہلے پڑتا تھا۔ اس جگہ بھی افراسیاب کہ ایک طلِسمی محل موجود تھا۔ جیسے ہی وہ مقام نظر آیا، افراسیاب نے تخت صحنِ باغ میں اُتار دیا اور ملکہ حیرت کا ہاتھ پکڑ کر محل کی جانب چل دیا۔ دروازے پر پریوں کا ایک ہجوم افراسیاب کی شان میں گیت گا رہا تھا۔ افراسیاب اور ملکۂ حیرت کو دیکھتے ہی وہ سب دروازہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر

ادب سے کھڑی ہو گئیں اور جھک جھک کر سلام کرنے لگیں۔

دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد ہر راہ داری اور دالان میں بھی اسی طرح پریوں کے جمگھٹے موجود تھے۔ ان سب کا مُجرا لیتے ہوئے افراسیاب ایک بڑے کمرے میں جا پہنچا۔ کمرے کے ایک حصّے میں سونے کا ایک اونچا چبوترا سا بنا ہوا تھا جس میں قیمتی جواہرات جگ مگ جگ مگ کر رہے تھے اور اس کے اُوپر سُرخ مخمل کا ایک زر کار بھاری پردہ لٹک رہا تھا۔ چند پریاں یہاں بھی پردے کے سامنے کھڑی افراسیاب کی عظمت کے گیت گا رہی تھیں۔ افراسیاب اور ملکہ کو دیکھ کر وہ سجدے میں گِر گئیں۔ افراسیاب نے پردے کی جانب دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ لہرایا۔ پردہ بیچ سے الگ ہو کر دائیں بائیں سمٹ گیا۔

اب چبوترے کے بیچ میں ایک بھاری جڑاؤ تخت پر پتھّر کا ایک بُت نظر آیا۔ اس کے سر پر ہیروں جڑا ایک قیمتی تاج تھا اور جسم پر شاہانہ لباس۔ اس کی شکل ہُو بہُو شہنشاہ افراسیاب سے ملتی تھی۔

افراسیاب کچھ دیر خاموشی سے اس بُت کو تکتا رہا۔ پھر اُسے ہاتھ سے اپنے قریب

آنے کا اشارہ کیا۔ اچانک گڑ گڑاہٹ ہوئی، زمین و آسمان گھنٹوں اور ناقوسوں کی آواز سے گُونجنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بُت اپنی جگہ سے اُٹھا اور شاہان وقار سے چلتا ہوا افراسیاب کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

افراسیاب نے اُس سے کہا "اے ہم شکل بُت! جیسے تم ویسے میں۔ اسی وقت جاؤ اور غدّار مخمُور کو پکڑ لاؤ۔ یہ سُنتے ہی وہ بُت زمین پر ِگرا اور دھواں بن کر غائب ہو گیا۔ افراسیاب ملکہ حیرت کو ساتھ لیے تخت پر بُت کی جگہ جا بیٹھا۔

اب کچھ حال عُمرو کا سُنیے۔ باغِ عیش میں افراسیاب کے جادُوگروں کو لُوٹ کر اور اُن کا حلیہ بگاڑ کر وہ عیّاری کی چادر اوڑھے اپنے خیمے میں جا پہنچا تھا اور اصلی مہ رُخ وغیرہ کو جنہیں بے ہوش کر کے اُس نے اپنی زنبیل میں رکھ لیا تھا، نکال کر سارا معاملہ اُن پر ظاہر کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ سب ملکہ مہ رُخ کے دربار میں جمع ہو کر آیندہ کے لیے صلاح مشورہ کرنے لگے۔

کچھ دیر گزرنے پر اچانک خواجہ عُمرو کو بھُوک محسوس ہوئی۔ اس بے وقت کی بھُوک سے ان کا ماتھا ٹھنک گیا۔ ایسا جبھی ہو سکتا تھا جب ان پر کوئی مصیبت آنے

والی ہو یا کوئی خطرناک جادُوگر اُنہیں گرفتار کرنے آرہا ہو۔ یہ وہی وقت تھا جب افراسیاب نے بے سر جادُو کو بُلا کر عُمرو کو پکڑے لانے کا حکم دیا تھا۔ گڑبڑ کے اندیشے سے عُمرو اچانک اپنی نشست سے اُٹھا، اور بار گاہ سے باہر نِکل گیا۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد خیمے کی زمین تھرتھرائی اور بے سر جادُو زمین سے نِکل کر اُوپر آیا۔ مہ رُخ اور دُوسرے سارے جادُوگروں نے حملہ کرنے کے لیے ناریل، تُرنج اور فولادی گولے ہاتھ میں سنبھالے۔ بے سر جادُو کا کٹا ہُوا سر اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "اے نمک حرامو! غدّارو! مجھ پر وار کرنے کے لیے آمادہ ہو رہے ہو۔ کیا مجھ سے لڑ سکتے ہو؟ چاہوں تو دم بھر میں سب کو چیونٹی کی طرح مسل ڈالوں۔ خبر دار! حرکت نہ کرنا۔ میں شہنشاہ کے ایک حکم کی تعمیل کرنے آیا ہوں اور اپنا کام کر کے چلا جاؤں گا۔"

یہ خوف ناک دھمکی سُن کر سب سنّاٹے میں آ گئے۔ کسی نے اُس پر وار کرنے کی جرأت نہ کی۔ کٹا ہوا سر اطمینان سے دربار میں ہر طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے عُمرو کو ڈھونڈنے لگا۔

عُمرو خیمے سے نِکل کر زیادہ دُور نہ گیا تھا کہ بے سر جادُو کی آواز سُن کر سمجھ گیا کہ دُشمن آ پہنچا۔ وہ یہ خیال کر کے کہ وہ کون ہے، عیّاری کی چادر اوڑھ کر واپس دربار میں آ داخل ہُوا۔ مہ رُخ کے دربار میں موجود سارے نامی گرامی جادُوگر سردار جس طرح چُپ سادھے بیٹھے تھے اس سے عُمرو نے اندازہ لگا لیا کہ یہ کوئی زبردست جادُوگر ہے۔ آسانی سے اسے ہلاک نہ کیا جا سکے گا۔

عُمرو نے خیال کیا کہ یہ ایسا ہی زبردست ہے تو مجھے اچھی طرح پورے لشکر میں تلاش کیے بغیر واپس نہ جائے گا اور اس میں خاصا وقت لگے گا۔ اس عرصے میں کوئی کارگر ترکیب استعمال کی جا سکتی ہے۔ چادر اوڑھے اوڑھے وہ قریبی پہاڑ کی سمت چل کھڑا ہوا۔ اُدھر بے سر جادُو نے عُمرو کو دربار میں نہ دیکھا تو سیدھا عُمرو کے خیمے میں جا پہنچا۔ وہاں بھی کچھ نہ ملا تو لشکر گاہ میں گھوم پھر کر جس جگہ شبہ ہوتا گھُس کر بے فکری کے ساتھ تلاشی لینے لگتا اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر عُمرو کا پتا پوچھنے لگتا۔

کچھ دیر بعد عُمرو پہاڑ سے واپس لشکر گاہ میں آیا۔ چند محافظوں نے اُس سے بے سر

جادُو کی سینہ زوری کی شکایت کی۔ عُمرو نے ان سے کہا "تم فکر نہ کرو۔ اس کو جا کر بتادو کہ عُمرو پہاڑ کی تلہٹی میں چٹانوں کے بیچ ایک غار میں چھپا ہوا ہے۔" یہ سن کر محافظ بے سر جادُو کی تلاش میں چلے اور عُمرو بھاگ کر غار میں جا پہنچا۔ اس نے غار کے اندر بہت سی بارُود بچھا کر اپنی صُورت کا ایک پُتلا پہلے ہی رکھ دیا تھا۔ اُس نے غار کے دائیں بائیں اور اُوپر کی لٹکی ہوئی چٹانوں میں جگہ جگہ سوراخ کر کے ان میں بارود ٹھونس دی۔ یہ سب کام کر کے اور ہر سُرنگ میں فلیتہ لگا کر خُود ایک بلندی پر چادر اُوڑھ کر بیٹھ گیا۔

اُدھر محافظوں کی زبانی بے سر جادُو کو عُمرو کا ٹھکانا معلوم ہو چکا تھا اور وہ بڑے غرور کے ساتھ غار کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ عُمرو صبر کے ساتھ انتظار کرتا رہا۔ جوں ہی جادُوگر غار کے دہانے کے قریب پہنچا عُمرو نے فلیتوں کو آگ دکھا دی۔ بے سر جادُو بڑھتا بڑھتا آگ کے دہانے پر جا پہنچا۔ فلیتے میں لگی ہوئی آگ تیزی سے سُرنگوں کی طرف دوڑنے لگی۔ بے سر جادُو اس بات سے بالکل بے خبر تھا۔ اس نے جھانک کر غار کے اندر دیکھا تو عُمرو اُسے ایک گوشے میں دُبکا ہوا نظر آیا۔

اس نے ایک زور دار نعرہ لگایا۔ ”منم بے سر جادُو۔ او عیّار! اب تو بچ کر کِدھر جائے گا۔“ یہ کہہ کر وہ غڑاپ سے غار کے اندر گھُس گیا۔ عین اُسی وقت ہولناک دھماکا ہوا۔ سینکڑوں من وزنی چٹانیں گڑگڑاتی ہوئی اس کے اوپر آ گریں۔ اس وقت فلیتے کی چنگاری غار کے اندر بچھی ہوئی بارُود تک بھی جا پہنچی تھی۔ غار اتنی قوّت سے پھٹا کہ پورا پہاڑ ہل گیا۔ بے سر جادُو کے پرخچے اُڑ گئے۔ آہ تک نہ کر سکا۔

مہ رُخ اور چھاؤنی میں موجود سارے لوگ پہاڑ پر ہونے والے ہولناک دھماکے سُن کر لرز گئے اور عُمرو کی سلامتی کے لیے پریشان ہونے لگے۔ عُمرو فلیتے کو آگ لگاتے ہیں وہاں سے بھاگ کر دُور جا کھڑا ہوا تھا۔ کچھ دیر آندھی اور تاریکی چھائی رہی۔ اس کے بعد آواز آئی۔ ”آہ! عُمرو نے مجھے بارُود سے اُڑا کر ہلاک کیا۔ میرا نام بے سر جادُو تھا۔“

یہ آواز سُنتے ہی عُمرو نے چادر اُتاری اور خوشی سے اُچھلتا کُودتا چھاؤنی میں جا پہنچا۔ اُسے زندہ سلامت دیکھ کر سب کی پریشانی جاتی رہی۔ چہرے پھول کی

طرح کھِل گئے۔ ملکہ مہ رُخ اور ملکہ بہار نے کئی سو اشرفیاں عُمرو پر نچھاور کیں۔

طلسمِ نُور افشاں

جس وقت عُمرو اور مہ رُخ وغیرہ اپنے لشکر میں بے سر جادُو کے مارے جانے کی خوشیاں منا رہے تھے، اُسی وقت افراسیاب کا بُت ملکہ مخمُور کے محل میں منڈلا رہا تھا۔ مخمُور اُسے اصلی افراسیاب سمجھ کر استقبال کے لیے دوڑی۔ بُت نے اُسے دیکھتے ہی جھپٹّا مار کر دبوچ لیا اور کُچھ کہے سُنے بغیر لے اُڑا۔

محور بے چاری بہت پھڑ پھڑائی، رو رو کر بُت کی منّت سماجت کی مگر اس نے ایک نہ سُنی۔ لے جا کر باغِ گل زار میں افراسیاب کے سامنے ڈال دیا۔ اب جو اُس نے افراسیاب اور ملکہ حیرت کی نگاہوں سے چنگاریاں اُڑتی دیکھیں تو سمجھ گئی کہ اُس کا بھانڈا پھُوٹ گیا۔ وہ اُن کے قدموں پر گِر کر اور قسمیں کھا کھا آیندہ وفادار رہنے کا یقین دِلانے لگی۔

افراسیاب نے اُسے ٹھوکر مار کر کہا "پہلے تو میرا اِرادہ تھا کہ تُجھے تڑپا تڑپا کر ہلاک کروں مگر اب تیرے قسمیں کھانے پر رحم آتا ہے۔ لیکن سزا بھی ضرور دُوں گا۔ اس وقت تُجھے سو کوڑے مارے جائیں گے۔ اگر زندہ بچ گئی اور آیندہ وفاداری پر قائم رہی تو معاف کر دوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے سحر پڑھ کر تالی بجائی۔ فوراً زمین سے دو حبشی ہاتھوں میں کوڑے لیے اُوپر آئے اور مخمُور پر برسانے لگے۔ چند ہی کوڑوں کے بعد مخمُور بے ہوش ہو گئی۔ سو کوڑے پورے ہو جانے پر افراسیاب نے اُسے ایک اُڑن تخت پر لِٹا کر اُس کے محل واپس بھیج دیا اور خود ملکہ حیرت کو ساتھ لے کر باغِ سیب میں آیا۔

وہاں بے سر جادُو کے مارے جانے کی خبر پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ افراسیاب کو پتا چلا تو اس نے اپنے وزیرِ اعلیٰ باغبان جادُو سے کہا۔ "اے باغبان! یہ عُمرو بڑا ہی خبیث ہے۔ جو بھی سردار اُسے پکڑنے جاتا ہے، یا دھوکا کھاتا ہے یا مارا جاتا ہے۔ بہتر ہے اب تو خود جا اور اُسے پکڑ کر لے آ۔"

باغبان نے ادب سے سر جھکایا اور اُسی وقت روانہ ہو گیا۔ لیکن عُمرو بھی غافل نہ

تھا۔ اُسے یقین تھا کہ بے سر جادُو کی مَوت کا علم ہوتے ہی افراسیاب اس سے بھی بڑے کسی جادُوگر کو روانہ کرے گا۔ وہ اپنے خیمے میں آیا۔ ایک قیدی کو زنبیل سے نکال کر اپنی صُورت کا بنایا اور بے ہوش کر کے اپنے پلنگ پر لِٹا دیا۔ خُود چارپائی کے پیچھے چھُپ کر لیٹ رہا۔

تھوڑی دیر میں باغبان اُڑتا ہوا آ پہنچا اور نقلی عُمرو کو اصلی سمجھ کر چارپائی سے اٹھا کر لے گیا۔ عُمرو جانتا تھا کہ افراسیاب کو جلد ہی نقلی عُمرو کی اصلیت معلوم ہو جائے گی اس لیے باغبان کے جاتے ہی وہ چارپائی کے نیچے سے نِکل کر لشکر گاہ سے بھاگتا ہوا دُور نکل گیا اور ایک گاؤں میں پہنچ کر وہاں ایک جادُوگر سردار کی بیوی کا بھیس بھرا اور اس کے گھر میں کام کاج کرنے لگا۔

اُدھر افراسیاب نے نقلی عُمرو کو ہوشیار کر کے جلّاد کو اس کی گردن مار دینے کا حکم دیا۔ نقلی عُمرو نے اپنی بے گناہی ثابت کی اور اس پر اصل حقیقت ظاہر کر دی۔ باغبان سخت شرمندہ ہوا۔ افراسیاب نے نقلی عُمرو کر کچھ خرچ دے کر رُخصت کر دیا اور باغبان کا دل بڑھانے کے لیے بولا۔ ”عُمرو کے اس دھوکے پر شرمندہ

ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں بھی نقلی عُمرو کو اصلی عُمرو سمجھ بیٹھا تھا۔ وہ مکّار بہت دُور اندیش ہے، نہ اپنے خیمے میں ہو گا نہ اصلی صُورت میں۔ یہ پتا لگائے بغیر اس کا ہاتھ آنا دشوار ہے کہ وہ کہاں اور کِس بھیس میں ہے۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ زمین سے ایک اندھی بڑھیا ایک بڑا سا آئینہ ہاتھوں میں لیے نِکل کر آئی۔ افراسیاب نے باغبان کو ہدایت کی۔ "اس آئینے پر نگاہ جما کر دیکھو۔ عُمرو جہاں اور جس حال ہی ہو گا، صاف نظر آئے گا۔"

باغبان نے دیکھا کہ مہ رُخ کے لشکر سے کُچھ فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ عُمرو اُس گاؤں کے سردار کی بیوی بنا ہوا اس کے بچّوں سے ہنس بُول رہا ہے۔

باغبان افراسیاب سے اجازت لے کر اُڑتا ہوا اس مکان پر پہنچا۔ اس عرصے میں گاؤں کا سردار بھی گھر آ چکا تھا اور دونوں میاں بیوی بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ باغبان بغیر آواز دیئے سیدھا اُن کے سامنے جا پہنچا۔ سرداریوں اچانک اپنے وزیرِ اعظم کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ عُمرو نے خطرے کو بھانپ کر بھاگ جانا چاہا لیکن باغبان

نے فوراً ہی اُس کے بدن کو بے بس کر دیا اور پھر اُسے اُٹھا کر چل دیا۔ سر دار سر پیٹتا پیچھے بھاگا۔ "حضور! میری بیوی کو نہ لے جایئے۔ میرے بچے برباد ہو جائیں گے۔"

باغبان نے اسے ڈانٹ بتائی۔ "کم بخت! خواہ مخواہ شور مچاتا ہے۔ یہ تیری بیوی نہیں، عُمرو عیّار ہے۔ شُکر کر تیری جان بچ گئی۔"

باغبان عُمرو کر لے کر اُڑتا ہوا افراسیاب کے پاس آ گیا۔ افراسیاب باغبان کو شاباش دیتے ہوئے بولا۔ "اسے ہوش میں لانے سے پہلے کتابِ سامری میں اُس کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ اسے کب کہاں اور کیسے قتل کرنا مناسب رہے گا۔ باغبان نے اِس کے خیال کی تائید کی۔ افراسیاب نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی۔ لکھا تھا۔ "یہی اصلی عُمرو ہے۔ اسے ملکہ حیرت کی جاگیر میں بھیج دیا جائے اور ملکہ حیرت سے کہا جائے کہ اسے قتل کرائے۔"

افراسیاب نے ملکہ حیرت کی دو خواصوں زمُرّد جادُو اور یاقُوت جادُو کو حکم دیا کہ

عُمرو کو لے جا کر ملکہ کی جاگیر والے محل میں رکھیں اور چوکسی سے حفاظت کریں۔ خواصیں حکم کے مطابق اُڑن تخت پر عُمرو کو لے کر روانہ ہو گئیں۔ اس کے بعد افراسیاب نے ملکہ حیرت کو لکھ بھیجا کہ کل صبح تک اپنے جاگیر والے محل میں جا پہنچو اور جاتے ہی عُمرو کو قتل کر کے اس کا سر میرے پاس بھجوادو۔" اُدھر خواصیں رات گئے مُقررّہ ٹھکانے پر پہنچ چُکی تھیں۔ انہوں نے محل کی ایک مضبوط کوٹھڑی میں ڈال کر اس کی بے حسی دُور کی۔ پھر دروازہ بند کر کے مضبوط تالا لگایا اور کوٹھڑی کے باہر چاروں طرف جادُو کا حِصار پیدا کر دیا۔

تخت پر سفر کرنے کے سبب عُمرو پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی صُبح کے قریب جا کر اس کی آنکھ کھلی۔ پہلے تو بہت گھبرایا کہ قید میں ہوں۔ بچ نکلنا مُشکل ہو گا، مگر جب اُس نے اپنے ہاتھ پاوں آزاد پائے تو کچھ اُمّید پیدا ہوئی۔ زنبیل سے خنجر نکال کر رفوچکّر ہو جانے کے اِرادے سے دیوار میں نقب لگانے لگا۔ دیوار فولادی تھی۔ کوشش کے باوجود وہ بال برابر بھی سُوراخ نہ کر سکا۔ جھنجھلا کر فرش میں سُرنگ کھودنے لگا۔ لیکن زمین بھی سخت پتھریلی محسوس ہوئی۔ مایوس ہو کر ہاتھ

پر ہاتھ دھر کے بیٹھ رہا اور قسمت کو بُرا بھلا کہنے لگا۔

اسی عالم میں اچانک اسے ایک ترکیب سوجھ گئی۔ وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ کچھ ہی دیر بعد ایک قیدی بالکل عُمرو عیّار بنا فرش پر بے ہوش پڑا تھا اور اصلی عُمرو عیّار ی کی چادر اوڑھے دروازے کے قریب چھُپا کھڑا تھا۔

سورج طلُوع ہو رہا تھا۔ ملکہ حیرت محل میں پہنچ چکی تھی اور سفر کی تکان دُور کرنے کے لیے غُسل کر رہی تھی۔ دونوں خواصیں دوسری کنیزوں کے ساتھ برآمدے میں بیٹھی اُس کے حکم کا انتظار کر رہی تھیں۔

کچھ دیر کے بعد ملکہ برآمدے میں آئی اور خواصوں کو مُخاطِب کر کے بولی۔ ”عُمرو کو کوٹھڑی سے لے آؤ۔“

خواصیں دوڑی ہوئی گئیں اور نقلی عُمرو کو اُٹھانے لگیں۔ عُمرو اِسی مُوقع کا مُنتظر تھا۔ چُپ چاپ باہر نِکل گیا۔ خواصوں نے ڈنڈا ڈولی کر کے نقلی عُمرو کو اُٹھایا اور لے جا کر ملکہ کے سامنے ڈال دیا۔ ملکہ نے حکم دیا۔ ”جلّادوں کو بُلاؤ کہ اسے قتل کریں اور سر لا کر پیش کریں۔“

خواص جا کر جلّادوں کو بُلا لائی اور کچھ دیر بعد جلّادوں نے عُمرو کا کٹا ہوا سر لا کر پیش کر دیا۔ حیرت نے سر کو سونے کے ایک طشت میں رکھوایا، اس پر جڑاؤ ڈھکن جموایا اور ایک خواص کو حکم دیتے ہوئے بولی۔ ''اسے ہاتھ میں سنبھال۔ چل شہنشاہ کی خدمت میں پیش کریں۔''

دونوں اُڑن تخت پر سوار ہوئیں اور تیزی سے اُڑتی ہوئی باغِ سیب میں افراسیاب کے پاس جا پہنچیں۔ افراسیاب عُمرو کا سر دیکھ کر اتنا خوش ہوا کہ بھرے دربار میں بے اختیار بچوں کی طرح اُچھلنے کُودنے لگا۔ اس کی دیکھا دیکھی سارے درباری بھی ایسی ہی حرکتیں کرنے لگے۔ خاصی دیر تک زبردست دھما چوکڑی رہی۔ دربار اچھا خاصا پاگل خانہ بن گیا۔

پھر جب افراسیاب کے حواس درست ہوئے تو اس نے جادُو کے زور سے مُرشد زادہ مُصوّر جادُو کو بھی پاس بُلا لیا۔ دونوں نے مل کر زبردست خوشیاں منائیں۔ طِلسمِ ہوش رُبا کے چپّے چپّے میں یہ خبر مشہور کر دی گئی کہ عُمرو بالآخر قتل ہو گیا۔

آخر میں افراسیاب نے مُصوّر جادُو کے مشورے پر نقلی عُمرو کا سر لقا کے پاس بھجوا

دیا۔ ساتھ ہی ایک خط میں یہ بھی لکھ بھیجا کہ عُمرو کب اور کِس طرح گرفتار ہوا اور کہاں قتل کیا گیا۔ یہ خط اور نقلی عُمرو کا سر دیکھ کر لقا نے خوشی سے بے اختیار ہو کر قہقہہ لگایا اور بختیارک سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”عُمرو نے جوتیاں مار مار کر تیرا سر گنجا کر دیا تھا۔ اب اُس کا سر تیرے سامنے ہے؟“

بختیارک نے حیرت سے جواب دیا۔ ”ارے! کیا واقعی عُمرو مارا گیا۔ تھا تو اِسی قابل۔ مردُود نے حضور کی داڑھی بھی ایک بار مُونڈی تھی۔ ذرا اُس کا سر تو اِدھر کیجیے۔“

لقا کے اِشارے پر نقلی عُمرو کا سر بختیارک کے حوالے کیا گیا۔ صُورت و شکل میں بال برابر بھی فرق نہ تھا۔ پھر بھی پوری تصدیق کیے بغیر بختیارک دل کی خوشی پوری طرح ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے کپکپاتی اُنگلیوں سے نقلی عُمرو کے سر کی بائیں آنکھ کھولی اور ڈھیلے کو غور سے دیکھنے لگا۔ ڈھیلا بالکل عام آدمیوں جیسا صاف تھا۔ کوئی تِل نہ تھا نہ تِل جیسا نشان۔ لقا کی خداوندی کا بھرم رکھنے اور عُمرو کے انتقام سے اپنے آپ کو بچانے کے خیال سے وہ کہنے لگا۔ ”حضور کو یاد نہیں

رہا۔ ابھی تک حضُور نے عُمرو کی موت کا وقت مقرّر نہیں کیا۔ یہ ہر گز عُمرو کا سر نہیں۔ وہ تو میرے پیر و مرشد ہیں، جب تک تین بار خُود اپنی موت کے طالب نہ ہوں کیسے ہلاک ہو سکتے ہیں۔"

لقابختیارک کی ان باتوں سے سمجھ گیا کہ یہ سر نقلی عُمرو کا ہے، اصلی عُمرو کا نہیں۔ جو قاصد یہ سر اور افراسیاب کا خط لایا تھا اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "اس سر کو افراسیاب کے پاس واپس لے جا کر دینا کہ دھوکے میں نہ رہے۔ اصلی عُمرو اس سے اِنتقام لینے کے لیے زندہ ہے۔ اُس کا بندوبست کرے، نہیں تو پچھتائے گا۔"

قاصد نے واپس جا کر یہی الفاظ افراسیاب کے سامنے دُہرا دیے۔ دیے۔ افراسیاب نے کٹے ہوئے سر پر جادُوئی پانی چھڑک کر جو دیکھا تو واقعی چہرہ بدلا ہوا تھا۔ اس نے ملکہ حیرت اور اُس کی خواصوں سے سخت باز پُرس کی۔ آخر میں کتابِ سامری دیکھی۔ لکھا تھا۔ "کسی سے جان بوجھ کر غلطی نہیں ہوئی۔ عُمرو چادر اوڑھ کر کوٹھڑی سے نِکل گیا ہے۔ لیکن ابھی اسی شہر کی حد میں ہے۔ جلد انتظام نہ کیا تو وہاں سے بھی نِکل جائے گا۔"

افراسیاب نے ملکہ حیرت کو بھیجا۔ اس نے جا کر شہر کے گرد جادُو کی چار دیواری قائم کر دی۔ جادُو گر اُڑ کر اس چار دیواری کے اندر باہر آ جا سکتے تھے لیکن عُمرو اس نظر نہ آنے والی چار دیواری میں نہ نقب لگا سکتا تھا نہ اس کو عُبور کر سکتا تھا۔

ملکہ حیرت یہ انتظام کر کے اور چند جادُو گر سرداروں کو عُمرو کی تلاش پر لگا کے واپس آ گئی۔ عُمرو نے پہلے تو اِس شہر سے نِکل جانے کی بھرپور کوشش کی لیکن طِلسمی دیوار کے سبب اُس کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ اُسے اندازہ ہو گیا کہ اُسے محصور کر کے گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اُس بات سے اُس کے انتقام کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اُس نے تہیّہ کر لیا کہ اگر دُشمن مجھے اِس شہر میں محصور رکھنا چاہتا ہے تو میں بھی قیامت برپا کیے بغیر نہ رہوں گا۔

بس اس وقت سے خواجہ عُمرو نے بھیس بدل بدل کر جادُوگروں اور شہر کے لوگوں کو لوٹنے اور ہلاک کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ افراسیاب اس کو گرفتار کرنے کے لیے ایک کے بعد ایک نامی گرامی جادُوگروں کو بھیجتا رہا لیکن عُمرو طرح طرح کی عیّاریوں سے کام لے کر اُنہیں ہلاک اور شہریوں کی زندگی حرام

کرتا رہا۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ بازار بند ہو گئے۔ دکانوں میں تالے پڑ گئے۔ لوگوں نے اپنا مال و متاع زمین میں دفن کر دیا۔ عام زندگی اور چہل پہل ختم ہو گئی۔ گلیوں اور بازاروں میں کُتّے لوٹنے لگے۔ لوگوں کے وفد جا جا کر باغِ سیب میں افراسیاب سے عُمرو کے مظالم کی فریاد کرنے لگے۔

آخر تنگ آ کر ایک روز افراسیاب نے فیصلہ کیا کہ اب وہ خُود ملکہ حیرت کی جاگیر میں جا کر قیام کرے گا اور عُمرو کے انتقام سے لوگوں کو نجات دلائے گا۔ اس نے ایک بہت ہی خرّانٹ جادُوگر دانا جادُو کو طلب کیا اور مُصوِّر جادُو کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے ملکہ حیرت کی جاگیر میں جا پہنچا۔

اس کے پہنچنے سے اہلِ شہر کا حوصلہ بُلند ہُوا۔ سب کی جان میں جان آئی۔ بازاروں میں کاروبار اور گلیوں میں چہل پہل شروع ہو گئی۔ عُمرو نے بھی چند روز خاموشی اختیار کی۔ اسی عرصے میں اتفاق سے افراسیاب کی نانی ملکہ ماہی زمُرّد رنگ نے اُسے طلِسمِ ظُلمات بُلا بھیجا۔ افراسیاب نے عُمرو کی گرفتاری پر دانا جادُو کو مقرّر کیا اور خُود نانی جان سے ملنے طلِسمِ ظُلمات روانہ ہوا۔

دانا جادُو عُمرو کو گرفتار کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ عُمرو اوّل تو زیادہ عرصے کِسی ایک بھیس میں نہ رہتا تھا دُوسرے اگر کہیں پہچانا جاتا تھا تو چادر اوڑھ کر فوراً غائب ہو جاتا تھا۔

دانا جادُو کو عُمرو کے لالچ کا پُورا حال معلوم تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ لالچ کا جال بچھا کر ہی عُمرو کو پھانسا جائے۔ شہر میں منادی کرادی گئی کہ آج دانا جادُو شہر کے گلی کوچوں کا گشت کریں گئے اور اشرفیاں لُٹائیں گے تا کہ جن لوگوں کو عُمرو نے لوٹا ہے وہ اپنا نقصان پورا کریں۔ اس اِعلان کے کچھ دیر بعد دانا جادُو سوار ہو کر محافظوں کے معمولی دستے کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔

شہر کے گلی کوچوں میں لوگوں کے زبردست ہجوم اس کے مُنتظر تھے۔ عُمرو بھی جادُوگر کے بھیس میں ایک جگہ جال ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ اس نے تہیّہ کر رکھا تھا کہ جو مال بھی دانا جادُو لُٹائے گا جال پھینک کر سب سمیٹ لُوں گا۔

دانا جادُو نے یہ عیّاری کی تھی کہ ایک طِلسمی پُتلا اپنے خُون کا چھینٹا دے کر بنایا تھا اور اُسے اپنے تخت کے ایک گوشے میں اشرفیوں کے تھیلوں کے محافظ کی

حیثیت سے بٹھا دیا تھا۔ یہ پُتلا عُمرو کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ دانا نے اُسے حکم دے رکھا تھا کہ جیسے ہی عُمرو نظر آتے جھپٹ کر اُس کے کاندھوں پر سوار ہو جائے۔

دانا جادُو نے مُٹھیوں سے اشرفیاں لُٹانے کے بجائے اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک بوری منتر پڑھ کر آسمان کی طرف اُچھال دی۔ بوری بُلندی پر پہنچ کر ٹھہر گئی اور برسات کی بوندوں کی طرح اس میں سے کھنا کھن اشرفیاں برسنے لگیں۔ عُمرو کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ جال پھینک پھینک کر اشرفیاں لوٹنے لگا۔

پہلے تو پُتلا اِرد گِرد کے لوگوں کی اُچھل کود کے سبب عُمرو کو نہ دیکھ پایا تھا مگر پھر وہ اُسے تاڑ گیا۔ عُمرو کی توجّہ پوری جال پھینکنے اور گھسیٹنے پر ہی لگی تھی کہ پُتلا اپنی جگہ سے اُچھلا اور اُس کے کندھوں پر سوار ہو کر مضبوطی سے اُس کے ہاتھوں کو اپنے پیروں میں جکڑ لیا۔

عُمرو سمجھا یہ کوئی آدمی ہے جو مجھے کو بے بس کر کے خُود اشرفیاں لُوٹنا چاہتا ہے۔ چِلاّ چِلاّ کر دانا جادُو سے فریاد کرنے لگا: "حضور! عُمرو نے مجھے بالکل کنگال بنا دیا تھا۔

اب آپ کے حکم کے مطابق اپنا گھاٹا پورا کرنے لگا تو یہ شخص مجھ پر سوار ہو کر میرا حق چھیننا چاہتا ہے۔"

دانا جادُو نے جو پُتلے کو اس پر سوار دیکھا تو قہقہہ لگا کر بولا۔

"خُوب! تو آخر پھنس ہی گئے۔ یہ سارا جال تمہارے ہی لیے تو بچھایا گیا تھا۔"

عُمرو دِل میں سخت شرمندہ ہوا۔ پُتلا اُسے ہنکاتا ہوا محل کی طرف لے چلا جہاں دانا جادُو نے اس کو رسّیوں سے جکڑ کر طلِسمی حصار کے اندر قید کر دیا۔ مصوِّر جادُو کے مشورے پر دانا جادُو نے اِعلان کرا دیا کہ کل شاہی میدان میں سارا شہر اکٹھا ہو، عُمرو کو سب کے سامنے قتل کیا جائے گا۔ تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے یہ خبر افراسیاب اور ملکہ حیرت کو بھیج دی گئی اور چند ہی گھنٹوں کے اندر پُورے طلِسم ہوش رُبا میں عُمرو کی گرفتاری اور قتل کیے جانے کی تیّاریوں کی خبر پھیل گئی۔

ملکہ مخمُور جسے افراسیاب نے کوڑوں سے پٹوا کر اَدھ مُوا کر دیا تھا دوا علاج سے اس وقت تک بالکل تن درست ہو چکی تھی۔ بہ ظاہر تو وہ افراسیاب کی وفاداری کا دم بھرتی تھی لیکن دل میں اس نے ٹھان لیا تھا کہ اگر اب بھی عُمرو سے اُس کی

ملاقات ہوئی تو وہ کھُل کر اُس سے اپنے دل کا حال بیان کر دے گی اور وہ جیسا مشورہ دے گا ویسا کرے گی۔ لیکن اب جو اس نے عُمرو کے بارے میں تشویش ناک خبریں سُنیں تو دُنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر ہوئی۔ آخر اُس نے فیصلہ کر لیا کہ خواہ جان چلی جائے مجھے عُمرو کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دوسرے دن ملکہ حیرت کی جاگیر کے شاہی میدان میں ایک جانِب دانا جادُو مصوِّر جادُو اور ملکہ حیرت سرداروں کے جلو میں کُرسیوں پر بیٹھے تھے۔ سامنے فاصلے پر ایک چبوترے پر عُمرو بندھا ہُوا بیٹھا تھا۔ اِرد گرد جلّاد ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے اور ان کے عقب میں محافظوں کی فوج صف تھی۔ میدان کے دائیں بائیں شہر کے مرد، عورتوں اور بچّوں کے ہجوم تھے۔ عُمرو کے قتل کا وقت قریب آتا جا رہا تھا۔ بالآخر ملکہ حیرت نے اپنا رومال ہوا میں لہرا کر جلّادوں کو اِشارہ کیا۔ بس اسی موقع پر آناً فاناً وہ کچھ ہو گیا جس کی نہ عُمرو کو توقّع تھی نہ تماشا دیکھنے والوں کو۔ اِکبارگی کوئی چیز اُوپر سے آ کر عُمرو پر گری اور جس تیزی کے ساتھ آئی تھی اُسی تیزی سے اس کو نوچ کر آسمان میں گُم ہو گئی۔ سب کے مُنہ

کھُلے کے کھُلے رہ گئے۔ سب سے پہلے حیرت کو اِس معاملے کا احساس ہوا۔ وہ تیر کی طرح سیدھی آسمان کو اُٹھی، ناریل اور ترُنج مارتی ہوئی اُس کا تعاقب کرنے لگی۔ جلد ہی اُسے کوئی چیز اُوپر سے نیچے گرتی ہوئی دکھائی دی۔ اس نے جھپٹ کر اُسے دبوچ لیا۔ گرنے والی چیز عُمرو تھی۔ حیرت سمجھی کہ اُوپر سے آنے والے نے ڈر کر عُمرو کو چھوڑ دیا ہے۔ اُس کا پیچھا چھوڑ کر وہ فاتحانہ نعرے لگائی ہوئی میدان میں اتری۔ عُمرو کو زمین پر پٹختے ہوئے اُس نے ایک سردار کو اِشارہ کیا اور اس نے بڑھ کر تلوار کے ایک ہی وار سے عُمرو کی گردن جُدا کر دی۔

یہ دیکھ کر جو لوگ دُور تھے خوشی سے تالیاں بجانے، ناچنے اور شور وغُل کرنے لگے لیکن جو قریب تھے ان سب کے چہرے فق ہو گئے۔ عُمرو کی گردن سے نہ خُون نکلا نہ اس کی لاش تڑپی۔ اور یہ سب ہوتا بھی کیسے، جس کی گردن اُڑائی گئی وہ تو عُمرو کی شکل کا ایک پُتلا تھا۔

ملکہ مخمُور جب عُمرو کو چھڑُانے کا فیصلہ کر کے چلی گئی تو اس نے تعاقُب کرنے والوں کو دھوکا دینے کے لیے عُمرو کی شکل کا ماش کے آٹے کا پُتلا ساتھ لے لیا تھا۔

اس کا ہی منصوبہ کام یاب رہا۔

ملکہ مخمُور عُمرو کو لیے ہوئے سیدھی اپنے محل پہنچی۔ اسے معلوم تھا کہ جلد ہی افراسیاب کو اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی، لہٰذا اس کے اِنتقام سے بچنے کے لیے اُس نے فیصلہ کیا کہ فی الحال اپنی خالہ نسترن جادُو کے یہاں جا کر پناہ لے۔ اس نے دریائے سحر میں غوطہ لگایا اور خُفیہ طلِسمی راہ سے اپنی خالہ کے یہاں جا پہنچی۔

اس عرصے میں افراسیاب بھی اپنی نانی ملکہ ماہی زمُرّد رنگ کے پاس سے واپس آ چکا تھا۔ عُمرو کے غائب ہونے کی خبر سُن کر وہ باغِ سیب میں آیا۔ یہ بات ثابت تھی کہ عُمرو کو لے جانے والا طلِسم باطن ہی کا کوئی بڑا جادُو گر تھا۔ اس نے کتابِ سامری کھول کر حال معلوم کیا تو ساری حقیقت اس پر ظاہر ہو گئی۔ یہ بھی پتا چل گیا کہ عُمرو اور مخمُور ملکہ نسترن جادُو کے محل میں ہیں۔

افراسیاب نے ایک کے بعد ایک نامور جادُو گر سردار ان تینوں کو پکڑ لانے کے لیے روانہ کیے لیکن جو پہنچا، نسترن اور مخمُور نے اُنہیں خاک و خُون میں ملا دیا۔

لیکن افراسیاب کی سلطنت میں رہتے ہوئے اگر وہ کب تک اس کے جادُوگروں سے نپٹتی رہتیں۔ عُمرو کے مشورے پر یہی بات انہوں نے بہتر سمجھی کہ یہاں سے نکل کر ملکہ مہ رُخ کے پاس جا پہنچیں۔

انہوں نے اپنی شکل کے پُتلے محل میں چھوڑے اور چپکے سے اُڑن تخت پر بیٹھ کر ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گئیں۔

افراسیاب کو یہ خبر ملی تو اس نے صرصر کو حکم دیا کہ تُو جا کر غدّاروں کو اُٹھالا۔ صرصر چلی گئی لیکن افراسیاب کا دِل پھر بھی نہ مانا۔ اس نے طِلسم باطن کی ان پانچ مشہور کُٹنیوں کو طلب کیا جو اپنے مکّارانہ کارناموں کے سبب پورے طِلسم ہوش رُبا میں مشہور تھیں۔ ان میں ہوشیار اس کی کُٹنی سب کی اُستاد تھی۔ افراسیاب نے اُس کو حکم دیا کہ جس طرح بن پڑے مخمُور کو لا کر حاضر کرو۔

اس کے بعد اس نے ملکہ حیرت سے کہا۔ ”تم اسے ساتھ لے کر اپنی چھاؤنی میں پہنچو۔ میں مہ رُخ وغیرہ کی فِکر کرتا ہوں۔“ ملکہ حیرت اپنی چھاؤنی میں جا پہنچی، وہاں سے ہوشیار کُٹنی فقیرنی کے بھیس میں مہ رُخ کے لشکر میں گئی۔ اپنی چرب

زبانی سے اس نے ملکہ مہ رُخ کا دل جیت لیا اور باورچن کی حیثیت سے اس کی بارگاہ میں رہنے لگی۔ ایک دن وہ مخمُور پر قابو پا کر اُسے لے بھی اُڑی تھی مگر عُمرو کے ہاتھ سے ماری گئی۔

افراسیاب نے یہ خبر سُنی تو ایک مشہور جادُوگر سردار غِربال جادُو کو بُلا کر حکم دیا کہ وہ اپنی فوج کے ساتھ ملکہ حیرت کے پاس جا پہنچے اور مہ رُخ سمیت سارے باغیوں کو گرفتار کر لائے۔ غِربال جادُو زبردست جادُوگر تھا۔ اس کے پاس ایک ایسا جادُوئی جال تھا کہ جب دُشمن پر کوئی جادُو کارگر نہ ہوتا تو جال کو ان پر پھینک دیتا اور سارے دشمن، خواہ وہ کتنے ہی بڑے جادُوگر کیوں نہ ہوں، خود بخود جال میں پھنس کر لٹکنے لگے تھے۔

غِربال جادُو اپنی فوج کے ساتھ اسی شام ملکہ حیرت کے پاس جا پہنچا۔ ملکہ حیرت نے اُس کا شایانِ شان استقبال کیا۔ اس کے لشکر کو اپنی چھاؤنی کے قریب ٹھہرایا البتّہ عیّاروں کے ڈر سے اسے مشورہ دیا کہ وہ قریب پہاڑوں کے کسی غار میں قیام کرے اور اِرد گِرد سحر کا گھیرا قائم کر دے۔ غِربال نے ایسا ہی کیا۔ ملکہ حیرت

نے اس رات غِربال جادُو کے نام سے طبلِ جنگ بجوایا۔ ملکہ مہ رُخ نے یہ آواز سُنی تو اُس نے بھی اپنے لشکر میں جنگی نقّارے بجائے جانے کا حکم دیا۔

دوسرے دِن ایک جانب سے غِربال اور دُوسری جانب سے ملکہ مہ رُخ کی فوجیں میدان میں آ کر ڈٹ گئیں۔ کچھ دیر تک دونوں جانب کے مشہور سردار ایک ایک کر کے آپس میں لڑتے رہے۔ پھر دونوں فوجیں نعرے لگاتی ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں غِربال سب سے الگ تھلگ ایک جگہ اپنا طِلسمی جال لیے کھڑا رہا۔ آخر میں جب ملکہ مہ رُخ کی فوج کا پلّہ بھاری ہونے لگا تو نعرہ مار کر اس نے اپنا طِلسمی جال آسمان پر اُچھال دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے مہ رُخ سمیت اس کے لشکر کے سارے جادُوگر اور سپاہی بے اختیار اپنی اپنی جگہ سے اُچھلے، جال نے اُن کی گردنیں جکڑ لیں اور وہ سب بے بس ہو کر اس میں لٹکنے لگے۔ ان میں عُمرو بھی شامل تھا۔

یہ وہ وقت تھا کہ طِلسم ہوش رُبا کے قریب ایک دُوسرے طِلسم نُور افشاں کا بادشاہ کوکب روشن ضمیر اپنی شاہ زادیوں کی جادُوئی اُڑان کا مُقابلہ دیکھ رہا تھا۔ کوکب اور

افراسیاب بچپن میں ہم جماعت تھے۔ دونوں نے ایک ہی اُستاد سے جادُو سیکھا تھا اور دونوں اپنی اپنی سلطنت کے خُود مختار بادشاہ تھے۔ ان کے درمیان دُشمنی تو نہ تھی مگر گہرے دوستانہ تعلقات بھی نہ تھے۔ افراسیاب مغرور تھا۔ خود کو بڑا سمجھتا تھا اور کوکب اس کی پروانہ کرتا۔

جو شاہ زادیاں اُڑان کا مُقابلہ کر رہی تھیں ان میں کُچھ تو تین کوس اُوپر اُڑ کر رہ گئیں، کچھ پانچ کوس کے قریب اُوپر جا پہنچیں لیکن کوکب کی بیٹی شہزادی بُرّاں شمشیر زن پر اُڑی تو ستارہ بن گئی۔ دُوسرا کوئی اس کی ہوا کو نہ پا سکا۔

اسی موقع پر اس کی نظر اس میدان پر جا پڑی جہاں مہ رُخ غِربال جادُو کی فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی تھی اور اس وقت مہ رُخ سمیت اس کی ساری فوج طلسمی جال میں پھنسی لٹک رہی تھی۔

ایسا تماشا اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ ڈبکی مار کر سیدھی اُس جال کے اُوپر جا پہنچی۔ اِتّفاق سے اُس کی نظر عُمرو پر جا پڑی۔ اس شکل و صُورت کا عجیب سا آدمی اس کے لیے ایک عجوبہ تھا۔ اس نے خیال کیا کہ اس عجوبے کو لے جا کر اپنے والد کو

دکھانا چاہیے۔ بس یہ سوچتے ہی جھپٹّا مار کر اس نے عُمرو کو دبوچا اور لے اُڑی۔ وہ ایک خود مُختار شہنشاہِ طِلسم کی بیٹی تھی۔ غِربال کا طِلسمی جال اس پر کچھ اثر نہ کر سکا۔

بُرّاں عُمرو کو لے کر اُڑتی ہوئی اپنے باپ کے پاس جا پہنچی۔ عُمرو بے ہوش ہو چکا تھا۔ اُسے ہوشیار کیا اور اپنے باپ سے پوچھنے لگی: "ابّا حضور! یہ کون سی مخلوق ہے؟"

عُمرو بول پڑا "میں ایک پردیسی ہوں۔ افراسیاب مُجھ سے خراج مانگتا تھا۔ نہ دے سکا تو جال میں باندھ کر ٹانگ دیا۔ اب یا تو اس کے نام کوئی سفارشی خط لکھ دو یا اتنا رُوپیہ دے دو کہ لے جا کر اس کا مُنہ بھر دوں اور جان چھُڑاؤں۔"

کوکب نے پوچھا "تجھے کوئی ہنر بھی آتا ہے؟" عُمرو نے جواب دیا۔ "میں خاندانی گویّا ہوں۔ ناچنا گانا آتا ہے۔ کوکب نے یہ سُن کر کچھ غور کیا اور حکم دیا کہ طِلسمی کتاب لائی جائے کہ حقیقت اس کی معلوم کروں۔ یہ کتابِ سامری قِسم کی چیز تھی۔ کتاب میں اس نے دیکھا تو لِکھا تھا "یہ عُمرو عیّار ہے۔ افراسیاب کا خطرناک

دُشمن ہے۔ طلِسم ہوش رُبا کے خاتمے کے دن آ پہنچے ہیں۔ طلِسم نُور افشاں کے بادشاہ کا مرتبہ بُلند ہو گا۔"

آیندہ کے واقعات عُمرو کی پریشانی پڑھیے۔